www.pildat.org

ورکشاپ رپورٹ

پاکستان میں قومی اور صوبائی مقننہ کی حاکمیت کو تقویت دینے کا منصوبہ

ورکشاپ برائے اراکین سندھ اسمبلی

وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتیں
ذمہ داریوں کا تعین مسائل اور ممکنہ حل

16-17 فروری 2004ء

خورشید محل ہال آواری ٹاورز، کراچی

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرینسی

www.pildat.org

پاکستان میں قومی اور صوبائی مقننہ کی حاکمیت کو تقویت دینے کا منصوبہ

ورکشاپ رپورٹ

ورکشاپ برائے اراکین سندھ اسمبلی

وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتیں
ذمہ داریوں کا تعین مسائل اور ممکنہ حل

16-17 فروری 2004ء

خورشید محل ہال آواری ٹاورز، کراچی

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرنسی

مرتب کردہ

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرنسی۔پلڈاٹ

بطور رکن

پاکستان کنسورشیم برائے تقویت مقنّنہ (پی ایل ایس سی)

اس کتابچے کی اشاعت امریکی ایجنسی برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) کی مالی معاونت سے ممکن ہوسکی جو اس نے ایوارڈ نمبر 00-391-A-00-03-01012 کے تحت فراہم کی۔ اس میں شامل آراء مصنف کی اپنی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ امریکی ایجنسی برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) کے نظریات کی عکاسی ہوں۔

مالی معاونت

ہم شعبہ برائے بین الاقوامی ترقی یو کے (DFID) کی مدد کے لئے بھی ممنون ہیں۔

شائع کردہ

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرنسی۔پلڈاٹ

5۔اے ظفر علی روڈ، گلبرگ-V، لاہور 54000، پاکستان

دسمبر 2004

مندرجات

اختصارات

اظہار تشکر

خلاصہ

پس منظر

افتتاحی اجلاس

تعارفی خطاب

جناب احمد بلال محبوب، ایگزیکٹو ڈائریکٹر پلڈاٹ 11

وفاقیت کا ایک طائزانہ جائزہ: وفاق اور صوبوں کے مابین اور صوبوں کے آپس میں تعلقات

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار 13

سوالات و جوابات/ اظہار رائے 15

صدارتی کلمات

جناب سید مظفر حسین شاہ، سپیکر سندھ اسمبلی 23

دوسرا اجلاس

صوبائی خودمختاری پر صوبوں کا موقف

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بی این پی- ایم 25

سوالات و جوابات/ اظہار رائے 27

ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو، مورخ و رکن صوبائی اسمبلی 30

جناب میاں منظور احمد وٹو، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب 34

سوالات و جوابات/ اظہار رائے 36

تیسرا اجلاس

وفاقیت اور صوبائی خودمختاری پر ورکنگ سیشن 41

چوتھا اجلاس

سفارشات 43
محترمہ نسرین چانڈیو، ایم پی اے، پی پی پی 44
جناب انوار احمد خان مہر، ایم پی اے، پی پی پی 45

صدارتی کلمات

محترمہ راحیلہ ٹوانہ، ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی 46

پانچواں اجلاس

مقامی حکومتوں کے نظام کے اغراض ومقاصد

جناب دانیال عزیز، چیئرمین قومی تعمیر نو بیورو 47

مقامی حکومتوں کے نظام میں عملی مسائل

جناب شاہ محمود قریشی، رکن قومی اسمبلی وسابق ضلع ناظم، ملتان 49

سوالات وجوابات/ اظہار رائے 50

صدارتی کلمات

جناب وسیم اختر، مشیر/ وزیر حکومت سندھ 53

چھٹا اجلاس

عملی شرکاء کا موقف، اراکین صوبائی اسمبلی اور ناظمین:

مسائل اور راہ عمل 55

محترمہ فریال تالپور، ضلع ناظم نواب شاہ 56
جناب نصراللہ خان، ایم پی اے (ایم ایم اے) 58
جناب مسرور احمد خان جتوئی، ضلع ناظم نوشہرو فیروز 59

محترمہ نسرین چانڈیو، ایم پی اے (پی پی پی) 60
جناب نعمت اللہ خان، سٹی ناظم کراچی 61
جناب محمد ادریس صدیقی، ایم پی اے (ایم کیو ایم) 62

ناظم اجلاس کی طرف سے مکالمے پر تبصرہ
جناب شاہ محمود قریشی، رکن قومی اسمبلی و سابق ضلع ناظم، ملتان 63

ساتواں اجلاس
مباحث سے اخذ کردہ نتیجہ
پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار 65

اختتامی کلمات
جناب سید مظفر حسین شاہ، سپیکر سندھ اسمبلی 67

ضمیمے

ضمیمہ (الف) ورکشاپ کا پروگرام 69
ضمیمہ (ب) شرکاء کی فہرست و خاکہ 75
ضمیمہ (ج) جناب احمد بلال محبوب کی پریزنٹیشن 81
ضمیمہ (د) پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی کا پیپر 85
ضمیمہ (ر) سینیٹر ثناء اللہ بلوچ کی پریزنٹیشن 93

اختصارات

ایم ایم اے	متحدہ مجلس عمل
پی پی پی	پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز
این اے	نیشنل الائنس
ایم کیو ایم	متحدہ قومی موومنٹ
پی ایم ایل-ایف	پاکستان مسلم لیگ (فنکشنل)
پی ایم ایل- کیو	پاکستان مسلم لیگ (قائداعظم)

اظہار تشکر

پلڈاٹ، پی ایل ایس سی کی حیثیت سے یو ایس ایڈ کا ممنون ہے جنہوں نے اس ورکشاپ کے لئے مالی معاونت کی۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرنسی۔ پلڈاٹ ورکشاپ میں شریک ہونے والے اراکین اسمبلی کا ممنون و متشکر ہے جن کی بھرپور دلچسپی، فعال شرکت اور بیش قیمت آراء اور تبصروں کی بدولت ورکشاپ کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

پلڈاٹ تمام ریسورس پرسنز، مقررین اور مختلف نشستوں کی صدارت کرنے والی شخصیات کا بالخصوص ممنون ہے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا اپنے گراں قدر ارشادات سے ہمیں نوازا اور ورکشاپ کی تمام نشستوں میں بھرپور دلچسپی لی۔ ان ممتاز ریسورس پرسنز، مقررین اور صدارت کرنے والی شخصیات میں سپیکر سندھ اسمبلی جناب مظفر حسین شاہ، ممتاز سیاسی و دفاعی تجزیہ نگار جناب ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب جناب منظور احمد وٹو، سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف جناب نثار احمد کھوڑو، قومی تعمیر نو بیورو کے چیئرمین جناب دانیال عزیز، قومی اسمبلی کے رکن جناب شاہ محمود قریشی، ممتاز مورخ اور رکن سندھ اسمبلی ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو، سندھ اسمبلی کی ڈپٹی سپیکر محترمہ راحیلہ ٹوانہ اور صوبائی مشیر/وزیر حکومت سندھ جناب وسیم اختر شامل ہیں۔ ہم نواب شاہ، نوشہرو فیروز اور کراچی کے ناظمین کے بھی متشکر ہیں کہ انہوں نے اراکین سندھ اسمبلی کے ساتھ مکالمے میں بھرپور انداز میں شرکت فرمائی۔

ہم سندھ صوبائی اسمبلی کے سپیکر جناب مظفر حسین شاہ کی مہمان نوازی کا خصوصی تذکرہ اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آخر میں ہم پلڈاٹ کی ٹیم کی شبانہ روز محنت، مقصد سے لگن اور جذبے کا اعتراف کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایک اور ورکشاپ کا کامیابی کے ساتھ انعقاد اور رپورٹ کی تیاری ممکن ہوئی۔ ہمیں توقع ہے کہ قارئین بھی اس رپورٹ سے مستفیض ہوں گے۔

اظہار برائت

پلڈاٹ نے اس رپورٹ کی تیاری اور ایڈیٹنگ کے درمیان اس امر کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے کہ تقاریر، مباحث اور پریزنٹیشنز کو بالکل درست حالت میں پیش کیا جائے۔ تاہم اگر کہیں کوئی غلطی یا کمی رہ گئی ہو تو پلڈاٹ اس کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا کیونکہ اگر کہیں ایسا ہوا ہے تو وہ ارادی نہیں۔ اس رپورٹ میں شامل خیالات ریسورس پرسنز اور مقررین کے اپنے ہیں اور پلڈاٹ کا ان کے ساتھ اتفاق ضروری نہیں۔

خلاصہ

ورکشاپ برائے اراکین سندھ اسمبلی: ''وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتیں ذمہ داریوں کا تعین مسائل اور ممکنہ حل'' کے انعقاد کا مقصد تین حکومتیں سطحوں کے کردار اور ذمہ داریوں کی حدود کے سلسلہ میں اراکین اسمبلی کی آگہی میں اضافہ کرنا تھا تاکہ وہ مسائل ومعاملات کا بہتر ادراک حاصل کرسکیں اور انہیں پورے نظام کی بہتر تفہیم میں مدد مل سکے۔

دوروزہ ورکشاپ میں جو آواری ٹاورز کراچی میں 16، 17 فروری 2004ء کو منعقد ہوئی، سندھ اسمبلی میں موجود 6 سیاسی جماعتوں کے 31 اراکین اسمبلی نے شرکت کی۔ اراکین صوبائی اسمبلی کے علاوہ قومی وبین الاقوامی شہرت کے حامل ریسورس پرسنز نے بھی ورکشاپ سے خطاب کیا۔ سات نشستوں پر مشتمل ورکشاپ میں وفاقیت، صوبائی خودمختاری اور مقامی حکومتوں کے نظام پر سیر حاصل بحث کی گئی جبکہ ایک نشست اراکین صوبائی اسمبلی کے گروپ ورک کے لئے مختص کی گئی جس میں انہوں نے سفارشات تیار کرنا تھیں۔ مزید برآں صوبائی خودمختاری کے مسائل اور مقامی حکومتوں کے نظام پر اراکین صوبائی اسمبلی اور ناظمین میں مکالمے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

ورکشاپ کی تمام نشستوں میں اراکین اسمبلی نے انتہائی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور متعدد اور متنوع امور پر گفتگو کی۔ سندھ اسمبلی کے اراکین نے یہ متفقہ موقف زوردار انداز میں پیش کیا کہ وفاقی حکومت صوبے کو وہ جائز خودمختاری نہیں دے رہی جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے اور جو نظام کی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہے۔ اراکین سندھ اسمبلی کا کہنا تھا کہ وفاقی حکومت نے صوبہ سندھ کو مالی لحاظ سے اس کے جائز حق سے محروم کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے سندھ پسماندہ رہ گیا ہے اور یہی سندھ کے عوام کی حالت زار کا سبب ہے۔

اراکین صوبائی اسمبلی نے مقامی حکومتوں کے نظام کو صوبائی حکومت کے حقوق غصب کرنے کا ایک اور حربہ قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اس نظام کو صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں دیا جائے اور صوبائی اسمبلی کو اختیار حاصل ہونا چاہئے کہ وہ مقامی حکومتوں کے نظام میں ترامیم کرسکے۔

شرکاء نے کہا کہ اس ورکشاپ کے ذریعے اراکین اسمبلی اور ماہرین کو اپنے جماعتی مفادات سے بالاتر ہو کر مکالمے، مباحثے اور مختلف مکاتب فکر کو ایک دوسرے کا نکتہ نظر سمجھنے کے لئے ایک پلیٹ فارم میسر آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ورکشاپ ایک مفید معلوماتی تجربہ ہے جس سے نہ صرف مختلف مسائل پر ان کو بہتر تفہیم حاصل ہوئی ہے بلکہ انہیں ان مسائل پر مزید بحث ومباحثے کی ترغیب بھی ملی ہے۔

پس منظر

پی ایل ایس سی۔ پاکستان تقویت مقنّنہ کنسورشیم اور پلڈاٹ پروگرام برائے تعمیر صلاحیت قانون سازی

پی ایل ایس سی اور پلڈاٹ کے پروگرام برائے تعمیر صلاحیت قانون سازی میں منتخب اراکین اسمبلی کی اہلیت میں اضافے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے تاکہ انہیں اپنے فرائض کی کماحقہ، ادائیگی میں مدد مل سکے۔ یہ پروگرام موجودہ اور سابقہ اراکین پارلیمنٹ، رائے عامہ کے لیڈروں، تجزیہ نگاروں اور اساتذہ کی مشاورت سے اس نکتہ نظر سے تیار کیا گیا ہے کہ وہ ہر سطح کے پاکستان کی اراکین اسمبلی کی پالیسی سازی کی اور تجزیاتی ضروریات پوری کر سکے۔

وفاقی صوبائی اور مقامی حکومتوں کے کردار کا تعین

ایک وفاقی مملکت کی حیثیت سے پاکستان کو شروع سے ہی وفاقی اور صوبائی خودمختاری کے مسائل کا سامنا ہے۔ صوبے الزام لگاتے رہتے ہیں کہ وفاق نے متعدد ایسے اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں جو صوبوں کے پاس ہونے چاہئیں۔ مقامی حکومتوں کا جو نظام 2001ء میں پاکستان میں نافذ کیا گیا اس سے اس مسئلے کو ایک نئی جہت ملی۔ صوبے شکوہ سنج ہیں کہ وفاق سے اختیارات لے کے صوبوں اور مقامی سطح تک منتقل کرنے کے بجائے مقامی حکومتوں کے نظام کے ذریعے صوبوں کے حقوق غصب کر کے مقامی سطح پر دے دیئے گئے ہیں۔

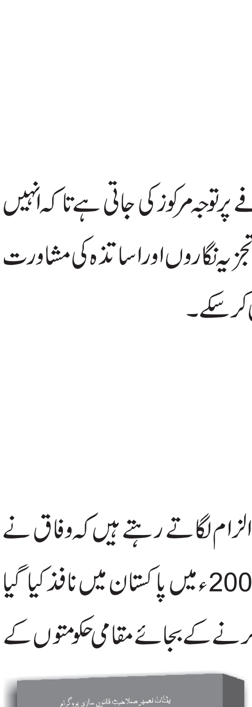

صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کو تین حکومتی سطحوں کے کردار و اختیارات کی صحیح حدود کا مکمل علم ہونا چاہئے۔ پلڈاٹ نے اس پس منظر میں اراکین سندھ اسمبلی کے لئے اس ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ ورکشاپ کا بنیادی مقصد نظام کی بہتر تفہیم پیدا کرنا اور تینوں سطحوں کی حکومتوں کے مابین خوشگوار مکالمے کا آغاز ہے۔ اس طرح کی ورکشاپس اس سے قبل بلوچستان، سرحد اور پنجاب اسمبلیوں کے اراکین کے لئے منعقد ہو چکی ہیں۔

افتتاحی اجلاس

تعارفی خطاب

جناب احمد بلال محبوب

اگیزیکٹو ڈائریکٹر پلڈاٹ

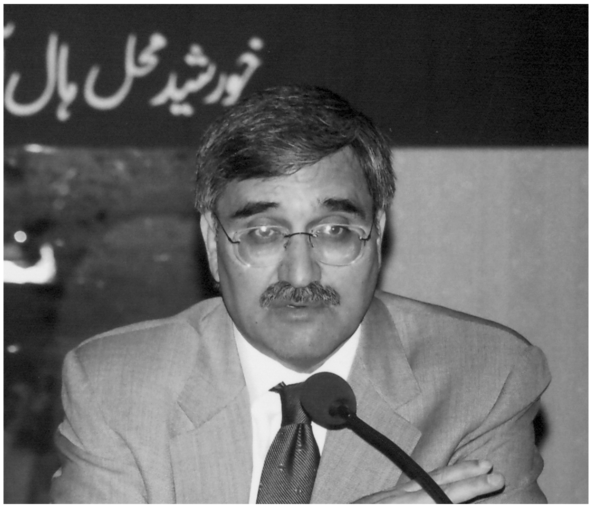

جناب احمد بلال محبوب نے آغاز میں کلام پاک کی تلاوت کی، جس کے بعد انہوں نے دو روزہ ورکشاپ کا اجمالی خاکہ پیش کیا اور یہ وضاحت کی کہ یہ کوئی سیمینار نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے سے سیکھنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ورکشاپ کا پہلا حصہ صوبائی سالمیت پر استوار وفاقی نظام سے متعلق ہے اور یہ کہ پاکستان میں وفاق اور وفاقی نظام کس طرح کام کرتے ہیں؟ جبکہ دوسرا حصہ مقامی حکومتوں پر مشتمل ہے جس میں نئے مسائل اور ان کے ممکنہ حل پر بات ہوگی۔ جناب احمد بلال محبوب نے ورکشاپ میں شریک اراکین اسمبلی، معزز مہمانوں اور ریسورس پرسنز کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے پلڈاٹ کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ پلڈاٹ بطور ادارہ مکمل طور پر غیر جانبدار ہے اور استحکام پارلیمنٹ کے لئے سرگرم عمل ہے ورکشاپ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں میں تعلق بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہ تعلق پوری قوم کے حالات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح مقامی حکومتوں کی اپنی اہمیت ہے کیونکہ وہ ملکی حالات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس طرح کے مباحثوں کے نتیجہ میں اسمبلیاں زیادہ مستحکم ہوں گی اور ان کی طاقت کا انحصار اس امر پر ہے کہ اراکین اسمبلی حکومت کی تین سطحوں یعنی وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومت کے دائرہ کار اور حقوق و فرائض کا کتنا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس ورکشاپ کا اصل مقصد مسائل کی تفہیم میں اضافہ، شرکائے عمل میں مذاکرات کے عمل کا

فروغ، مسائل کے حل کے لئے غور وفکر اور معاملات سے بہتر آگہی ہے جس سے اسمبلیوں کے اندر مباحثے زیادہ مفید، زیادہ ثمر آور اور زیادہ معلومات افزا ہو سکیں گے۔

انہوں نے کہا کہ ہم ایسی ورکشاپس اس لئے منعقد کرتے ہیں تا کہ پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری ادارے جڑ پکڑ سکیں۔ انہوں نے بتایا کہ پلڈاٹ نے حال ہی میں پاکستان میں قومی اور صوبائی مقنّنہ کی حاکمیت کو تقویت دینے کے لئے پی ایل ایس سی میں شرکت اختیار کی ہے جو ایک تین سالہ پروگرام ہے جس کے تحت قانون سازی کی تربیت فراہم کی جائے گی۔ سول سوسائٹی اقدامات، مقنّنہ کی شفافیت اور مربوط تحقیق و ابلاغ کو فروغ دیا جائے گا۔ آخر میں انہوں نے پلڈاٹ کے آئندہ کے منصوبوں اور مجوزہ پروگراموں کا خاکہ پیش کیا۔

جناب احمد بلال محبوب کی مکمل پریزنٹیشن کے لئے ملاحظہ کیجئے ضمیمہ (ج)

وفاقیت کا ایک طائرانہ جائزہ

وفاق اور صوبوں کے مابین اور صوبوں کے آپس میں تعلقات

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی
ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

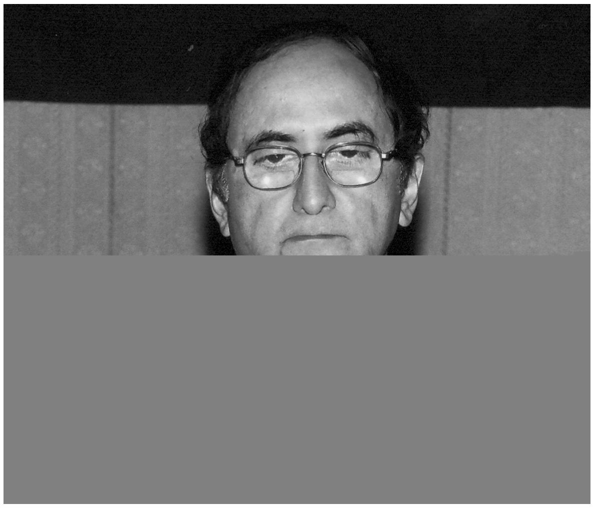

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی نے ابتداء میں وفاقیت کے تصور کی وضاحت کی اور اس کے بعد انہوں نے بالخصوص پاکستان میں وفاقیت پر بحث کی۔ انہوں نے کہا کہ وفاقیت ایک سیاسی اتحاد کا نام ہے جو متضاد عناصر، مفادات اور علاقائی اکائیوں کو مجتمع کر کے ایک قوم کی شکل دیتا ہے اور وفاق میں اختیارات ایسی قومی اور دو یا اس سے زیادہ علاقائی حکومتوں کے مابین منقسم ہوتے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں خود مختار ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجموعی آئینی دائرے میں خودمختاری اور ایک دوسرے پر انحصار دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے امریکہ، آسٹریلیا، سوئٹزر لینڈ، کینیڈا، جرمنی، نائیجریا اور بھارت کی مثالیں پیش کیں جہاں وفاقی نظام حکومت رائج ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقیت کی تین اہم خصوصیات جداگانہ حیثیت، حکومتی شراکت اور علاقائی یا مقامی حکومتیں ہے اور دو سطح کی حکومتیں ہوتی ہیں جن کے اختیارات متعین ہوتے ہیں۔

ابتدائی جائزہ پیش کرنے کے بعد انہوں نے اس امر کی وضاحت کی کہ وفاق کیسے وجود میں آتے ہیں، انہوں نے کہا ایک طریقہ تو الگ الگ ریاستوں کا اتحاد ہے جیسے امریکہ یا سوئٹزر لینڈ، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے موجود ملک کی اکائیوں کو خودمختاری دے دی جاتی ہے اس طرح وحدانی نظام کی جگہ وفاقی نظام اپنالیا جاتا ہے، اور وفاق کے قیام کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی نوآبادیاتی طاقت بتدریج اختیارات کی

تقسیم اور مرکزیت کا خاتمہ کر کے چھوٹی اکائیوں کو خودمختاری دے دیتی ہے جیسے برطانوی ہند۔

انہوں نے مزید کہا کہ وفاق اور دیگر نظام شروع میں وحدانی نظام ہی ہوتے ہیں جن میں تمام اختیارات قومی حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔ وحدانی حکومت بعض اختیارات علاقائی یا نیم قومی حکومتوں کو منتقل کر دیتی ہے مگر ان کے اختیارات کی کوئی آئینی ضمانت نہیں ہوتی۔ ان کے اختیارات قومی حکومت کی صوابدید پر منحصر ہوتے ہیں، یا قومی پارلیمنٹ عمومی قانون سازی کے ذریعے انہیں اختیارات تفویض کر دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے برطانیہ اور بنگلہ دیش کی مثالیں دیں۔ تاہم انہوں نے کہا کہ آج کل عام رجحان یہ ہے کہ وحدانی ممالک اپنی نیم قومی حکومتوں کو زیادہ اختیارات سے لیس کر رہے ہیں اور علاقائی یا نیم قومی اسمبلیاں بھی قائم کر دی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ سری لنکا ایک واحدانی مملکت ہے مگر وہاں صوبوں کی حیثیت اور اختیارات میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ دوسری طرح کا وفاقی نظام وہ ہوتا ہے جس میں قومی اور نیم قومی حکومتوں کے مابین اختیارات کی تقسیم آئینی ضمانت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کنفیڈریشن خودمختار ممالک کا ڈھیلا ڈھالا سیاسی اتحاد یا تنظیم ہوتی ہے۔ اس میں شریک اکائیاں مکمل طور پر خودمختار اور آزاد ہوتی ہیں مگر وہ محدود اور واضح طور پر متعین مقاصد کے لئے مشترکہ انتظامی اور تنظیمی ڈھانچہ قائم کر لیتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کنفیڈریشن کوئی ملک نہیں بلکہ خودمختار ممالک کی ایک یونین ہوتی ہے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ علاقائی اتحاد اس وقت تشکیل پاتے ہیں جب کسی علاقے کے ممالک بین المملکتی تعاون اور رشتوں کو مضبوط کر کے ایک طرح کے علاقائی سطح کے ادارے تشکیل دے لیتے ہیں مثلاً یورپی یونین۔

اس کے بعد انہوں نے پاکستان میں وفاقیت اور اس کے مسائل پر بات کی۔ انہوں نے کہا کہ 1973ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر 1 میں پاکستان کو وفاقی جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں وفاقیت کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں وفاقیت کی جڑیں برطانوی دور کے ہندوستان میں پائی جاتی ہیں جب برطانوی حکومت نے اختیارات بتدریج صوبوں کو منتقل کرنا شروع کئے اور بالآخر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت وفاقی نظام اپنا لیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ 1937ء کے انتخابات کے بعد آئین کے وفاقی حصے کا نفاذ نہیں کیا گیا جب کہ صوبائی حصے پر عملدرآمد کیا گیا۔ موجودہ حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان وفاقیت کے بنیادی تقاضوں پر پورا اترتا ہے یعنی تحریری آئین، اختیارات کی تقسیم، صوبائی خودمختاری، دو سطحوں کی حکومتیں، مشترک مقاصد کے لئے ادارہ جاتی ڈھانچہ اور شراکتی سیاسی عمل۔

انہوں نے کہا کہ آئین کی بعض شقیں مرکز کو بالادستی فراہم کرتی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومتی سطح پر مضبوط مرکز کا رجحان غالب ہے چنانچہ پاکستان کو مضبوط مرکز والا وفاق کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں جغرافیائی دوری، مغربی پاکستان میں متنوع ثقافتیں، مغربی پاکستان میں اختیارات کا ارتکاز، مضبوط مرکز کی روایت، مرکز کی طرف سے صوبائی اختیارات و معاملات میں بار بار مداخلت اور نمائندگی کے مسائل پاکستان میں وفاقیت کو درپیش ڈھانچہ جاتی مسائل تھے۔ انہوں نے کہا سکیورٹی سٹیٹ سے مرکز مضبوط ہوا مگر اداروں کی کمزوری جمہوریت، آئین اور سیاسی عمل کی ناکامی کا باعث بنی۔ انہوں نے کہا افسر شاہی اور فوجی عہدیداروں کو جمہوریت کے استحکام میں کوئی دلچسپی نہ تھی اور فوجی حکومتوں کے گہرے سائے اداروں اور سیاسی عمل کی مضبوطی اور استحکام کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی نظام سے وفاق کے شرکاء میں اعتماد اور بھروسہ پیدا ہونا چاہئے مگر اس سلسلہ میں پاکستان کا ریکارڈ مایوس کن ہے۔

آج کے پاکستان میں وفاقیت کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس میں مرکز بہت مضبوط ہو گیا ہے اور وہ صوبوں کو وہ اختیارات استعمال نہیں کرنے دیتا جو 1973ء کے آئین نے انہیں دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ براہ راست وفاقی حکومت کی طرف سے مقامی حکومتوں کی تشکیل سے صوبائی حکومتوں پر زد پڑی ہے جو نظام میں اہم انتظامی اکائیاں ہیں۔ مرکز نے مقامی حکومتوں کو صوبوں کے اختیارات تفویض کر دیئے جس سے صوبوں کا کردار جزوی طور پر متاثر ہوا ہے۔ مرکز نے اختیارات پر اپنی گرفت ڈھیلی نہیں ہونے دی مگر مقامی حکومتوں کو دیئے گئے اختیارات پر صوبوں کا کنٹرول ختم کر دیا ہے۔ انہوں نے صوبوں میں مالی خودمختاری کے فقدان کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ ستم بالائے ستم یہ کہ قابل تقسیم محاصل میں سے بھی صوبوں کا حصہ کم کر دیا گیا ہے۔ یہ ان دنوں تقریباً 35 فیصدی ہے۔ انہوں نے این ایف سی ایوارڈ کے مسائل کا بھی تذکرہ کیا جن میں گیس کی رائلٹی اور بجلی کی پیداوار پر نقد منافع سے متعلق مسائل شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر وفاقیت سے مثبت سیاسی نتائج حاصل ہوں تو ان سے باہمی افہام و تفہیم اور اعتماد کو فروغ نصیب ہوتا ہے اور وفاقیت مستحکم ہوتی ہے۔ انہوں نے تین دساتیر میں اختیارات کی تقسیم کے فارمولے پر بھی بحث کی۔ (پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی کے مکمل پیپر کے لئے ملاحظہ کیجئے ضمیمہ (د))

سوالات وجوابات/ اظہار رائے

سوال

محترمہ نائلہ انعام

ایم پی اے (W-158، پی ایم ایل، ایف)

این ایف سی ایوارڈ کا فیصلہ وسائل کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اگر ہم تعلیم جیسے معاملات میں مرکزیت ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ انہیں صوبوں کی تحویل میں دینے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جا رہا ہے؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

صوبائی اسمبلیوں کو یہ سوال اٹھانا چاہئے کہ سکول کی سطح پر صوبائی خود مختاری میں اضافہ کیا جائے اور ٹیکسٹ بک بورڈ کے فیصلوں کے لئے وفاقی حکومت کی منظوری کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

جمہوریت کسے کہتے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت میں حزب اختلاف کے برابر کے حقوق ہوتے ہیں کیا رضوی صاحب اس کی وضاحت کریں گے؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

آج کی حزب اختلاف کل کی حکمران ہو سکتی ہے۔ اس لئے موثر جمہوریت میں حزب اختلاف کا کردار بہت اہم ہے۔ ہر حکومت حزب اختلاف پر دباؤ ڈالتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حزب اختلاف کو بھی چاہئے کہ تنقید برائے تنقید سے گریز کرے۔

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

آبادی کا پچاس فیصد خواتین پر مشتمل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خواتین انسانی وسائل کا نصف ہیں۔ خواتین ارکان اسمبلی سے متعلق اب تک کوئی قانون سازی نہیں ہوئی۔ خواتین کو قانون سازی میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے اور حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والی خواتین کو صوبائی سطح پر کاروکاری جیسے مسائل کے حل کا موقع نہیں دیا جاتا۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

جہاں تک ابتدائی سطح پر نمائندگی کے موثر ہونے کا سوال ہے اقلیت کا کردار بے اثر کر دیا جاتا ہے۔ اس کا اہتمام خود جماعت ہی کر سکتی ہے۔ پارلیمانی تجربہ وقت کے ساتھ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر آئینی ضوابط کی پابندی کی جائے تو خواتین کو متعدد مواقع حاصل ہیں۔ اس سلسلہ میں سخت محنت کرنا ہوگی۔

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

ہمیں زیادہ صوبائی حقوق کیسے حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ وفاق کے پاس بہت زیادہ اختیارات ہیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

خواتین کو 1973ء کے آئین کے قواعد وضوابط اور طریق کار سے مکمل آگہی ہونی چاہیے تاکہ وہ اپنے حقوق کا موثر استعمال کر سکیں۔

سوال

محترمہ فرحین مغل

ایم پی اے (W-136، پی پی پی)

صوبائی قراردادوں کی کیا قدر و قیمت ہے؟ ہماری منظور کردہ کسی قرارداد پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ ہم نے این ایف سی ایوارڈ پر قرارداد منظور کی مگر جب بجٹ پیش کیا گیا تو اس قرارداد کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح ہم نے گریٹر تھل کینال پر قرارداد پاس کی، اس پر بھی عمل نہیں کیا گیا۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

قراردادیں، قوانین کی طرح لازماً نافذ العمل نہیں ہوتیں۔ آپ کو یہ معاملات صوبائی حکومت کے پاس اٹھانے چاہئیں اور صوبائی حکومت انہیں وفاقی حکومت کے پاس اٹھائے، مثلاً این ایف سی اور گریٹر تھل کینال کے معاملات۔

سوال

محترمہ فرحین مغل

ایم پی اے (W-136، پی پی پی)

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خواتین کی تقدیر بدل گئی ہے مگر یہاں ہماری حیثیت محض

دکھاوے کی ہے۔ اسمبلیوں کے نظام میں عورتوں کو نمائندگی بل کلنٹن کو یہ دکھانے کے لئے دی گئی تھی کہ ہم کتنے جمہوریت پسند ہیں۔ خواتین کو ابھی تک آزادی حاصل نہیں ہوسکی اور وہ پارٹی ایجنڈا کی پابند ہیں۔ 33 فیصد ارکان کو درپیش مسائل نہ تو حل کیے گئے ہیں اور نہ کیے جائیں گے۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے اسباب و وجوہ کیا تھے مگر واقع یہ ہے کہ خواتین کو نمائندگی حاصل ہوچکی ہے اور اب جبکہ یہ موقع مل گیا ہے تو انہیں پارٹی مفادات سے بالاتر ہو کر اس کا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ خواتین اپنی انجمنیں بناسکتی ہیں۔ جن میں خواتین سے متعلق مسائل زیر بحث لائے جاسکیں اور انہیں وہ مسائل اٹھانے چاہئیں جن کی طرف مرد بوجوہ توجہ نہیں دیتے۔

سوال

محترمہ کلثوم نظامانی

ایم پی اے (W-146، ایم ایم اے)

پاکستان کی تاریخ میں وفاق کبھی مضبوط نہیں رہا۔ کسی الیکشن میں جمہوری جماعتوں کو آزادانہ طور پر کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا، خواہ وہ قوم کی منتخب کردہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کمزوریوں کے اسباب کیا ہیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

مجھے آپ سے اتفاق ہے پاکستان کے جمہوری عمل میں اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ سیاسی اداروں کو ٹھیک طرح سے کام نہیں کرنے دیا جاتا۔ جمہوری عمل بار بار روک دیا جاتا ہے جس سے اداروں کی رفتار کار میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ حزب اختلاف اکثر غیر ضروری تنقید میں الجھی رہتی ہے جس سے جمہوری عمل موثر طور پر جاری نہیں رہ سکتا۔ مخالفت اچھی چیز ہے بشرطیکہ یہ تعمیری اور اصلاح کے لئے ہو۔ بعض معاملات پر تنازعات اور مفادات سے بالاتر ہو کر اتفاق رائے ہونا چاہیئے۔ جمہوری عمل کو جڑ پکڑنے میں وقت لگتا ہے اور اسے بے روک ٹوک وقت دیا جانا چاہیئے اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اچھا سیاستدان کبھی فوج یا فوجی سربراہ سے حکومت تختہ الٹنے کے لئے مدد فراہم کرنے کے لئے مداخلت کی درخواست نہیں کرتا۔ مجھے امید ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ مسائل حل ہوجائیں گے۔

سوال

جناب انور احمد خاں مہر

ایم پی اے (PS-2، سکھر-II، پی پی پی)

وفاق میں صوبے محض انتظامی یونٹ نہیں ہوتے بلکہ وفاق اسی صورت میں قائم ہوتا ہے جب صوبے اپنے بعض اختیارات اسے تفویض کرتے ہیں اور بالکل اسی طرح پاکستان وجود میں آیا تھا۔ پاکستان کے قیام کے وقت صوبوں نے اپنے اختیارات مرکز کو تفویض کئے مگر جیسے آپ نے فرمایا، وفاق کو موثر طور پر چلانے کے بجائے وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط مرکز پر زور دیا جانے لگا۔ مثلاً وفاق کو چلانے کے لئے یہ ضروری تھا فوجی حکومت ختم کی جاتی، این ایف سی ایوارڈ دیا جاتا اور پانی کی منصفانہ تقسیم کی جاتی مگر ان سب باتوں کی عدم موجودگی میں وفاق موثر طور پر نہیں چل رہا۔ ہمیں ملک کو صحیح وفاقی اصولوں پر گامزن کرنے کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ وفاق کو متعدد مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ جمہوریت کو چلنے دیا جائے۔ بصورت دیگر قانونی طور پر تو وفاق موجود رہے گا مگر وفاق کی سیاسی روح برقرار نہیں رہ سکے گی۔ وفاق صرف مرکز ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ صوبوں کا تخلیق کردہ ہوتا ہے اور صوبے وفاق کا لازمی جزو ہوتے ہیں جہاں فیصلہ سازی کے عمل میں صوبوں کو زیادہ مواقع دیئے جانے چاہئیں۔ وفاقیت دونوں کے

لئے سود مند ہونی چاہیئے۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو صوبوں کو 1935ء کے ایکٹ کے مطابق اختیارات نہیں دیئے گئے۔

سوال

جناب انور احمد خاں مہر

ایم پی اے (PS-2، سکھر-II، پی پی پی)

آپ نے فرمایا کہ قیام پاکستان کے وقت صوبوں کو اختیارات نہیں دیئے گئے مگر میری معلومات کے مطابق، صوبوں سے یہ پوچھا گیا تھا کہ وہ کس وفاق کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا کیا وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وفاق پاکستان صوبوں نے بنایا۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ صوبوں سے پوچھا گیا تھا اور اسمبلیوں نے ووٹ دیئے تھے اوران سے پوچھا گیا تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا بھارت میں؟ مگر انہیں آزاد حیثیت اختیار کرنے کا حق نہیں دیا گیا تھا۔ قانون آزادی ہند 1947ء کے تحت انہیں وفاق بھارت یا وفاق پاکستان میں شامل ہونے کا اختیار دیا گیا تھا اور آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ ان صوبوں کے فیصلے کی بنا پر ہی وفاق پاکستان معرض وجود میں آیا۔

سوال

جناب محمد ادریس صدیق

ایم پی اے (PS-103، کراچی-XV، ایم کیو ایم)

آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک اخلاقی تنازعہ ہے۔ اگر ہم اس ماڈل کو از سر نو تیار کریں تو ہم یا تو بھاری بھرکم ماڈل (Gravity Model) تیار کر سکیں گے یا جوہری ماڈل (Spirit Model)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں 98 فیصد لوگ اوسط درجے کے ہیں۔ دوسری طرف اگر ہم سلامتی کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو مرکز مضبوط ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے اور یہ دائیں یا بائیں بازو کا زمانہ نہیں ہے تو پھر صوبے سلامتی کی ضروریات کا خود تحفظ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیا اس کی وجہ کوئی آئینی خامی تو نہیں؟ ہم اس مسئلے پر کیسے قابو پائیں تا کہ ہمارے صوبے ترقی کر سکیں، ہمارے عوام اپنے حقوق سے بہرہ ور ہوں اور ہمارے ہاں نمو، خوشحالی اور معیشت میں پائیداری آئے؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

صوبے سلامتی کے تحفظ کے لئے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس کے لئے آپ کو سلامتی کے تصور اور اس کی تعریف میں تبدیلی کرنا ہوگی۔ ہمارے پالیسی سازوں کے ذہن میں سلامتی کا روایتی تصور، سرحدوں کی حفاظت اور جغرافیائی سلامتی ہے جس کے تحت سرحدوں پر فوج متعین کی جاتی ہے۔ تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک کوئی قوم اندر سے مضبوط اور محفوظ نہ ہو اس وقت تک اس کی جغرافیائی سلامتی کا تحفظ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرتی سلامتی بھی بہت اہم اور ضروری ہے اور اس کا تحفظ صوبے کے عوام اور بحیثیت مجموعی پوری قوم کی ذمہ داری ہے کیونکہ کوئی بیرونی طاقت ہمیں یہ تحفظ فراہم نہیں کر سکتی۔ سلامتی کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ملک میں غربت کم کی جائے، عوام کو صحت و تعلیم کی سہولتیں حاصل ہوں۔

سوال

محترمہ کلثوم نظامانی

ایم پی اے (W-146، ایم ایم اے)

ہم نے پاکستان میں دیکھا ہے کہ جماعتیں اور حکومتیں بھاری اخراجات کر کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرتی ہیں، صدر ہمیشہ کوئی فوجی ہوتا ہے، کوئی جرنیل جو اقتدار پر قبضہ کر لیتا ہے۔ آج بھی ہمارے وزیر اعظم صدر سے خائف ہیں، اگر فوج کی ذمہ داری صرف سرحدوں کا تحفظ ہے تو پھر وہ حکومتی کاموں میں مداخلت کیوں کرتے ہیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

یہ ایک لمبی بحث ہے کہ فوج اقتدار میں کیوں آتی ہے۔ پاکستان میں فوجی افسر شاہی کو اقتدار کا چسکا 53-1952ء میں پڑا، اس کے بعد 1958ء میں پہلا مارشل لاء لگا اور اس کے بعد سے فوج ملک میں غالب سیاسی قوت کی حیثیت سے سامنے آئی۔ چنانچہ جب تک اقتدار کا توازن اس طرح کا رہے گا کوئی حکومت بھی فوجی قیادت کے ساتھ بگاڑ پیدا کرکے برقرار نہیں رہ سکتی۔ اس کا حل یہ ہے کہ سیاسی قوتیں بھی برابر کے جوڑ کی حیثیت سے سامنے آئیں۔

سوال

حاجی پیر بخش جونیجو

ایم پی اے (PS-79، سانگھڑ-II، پی ایم ایل-ایف)

اگر یہ بریفنگ حکمران طبقوں کو دی جاتی تو اس کے بہتر اثرات مرتب ہوتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم خود ہی فوج کو اقتدار غصب کرنے اور حکومت سنبھالنے کی دعوت دیتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر مشترکہ مفادات کی کونسل ہمارے مسائل حل نہیں کرتی تو کیا ہم یہ معاملہ سپریم کورٹ کے پاس لے کر جا سکتے ہیں؟ سپریم کورٹ میں تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی حاصل نہیں، یا تو وہاں ایک ایسا بنچ قائم کیا جائے جس میں تمام صوبوں کو برابر کی نمائندگی حاصل ہو اور وہ ان معاملات کا فیصلہ کرے۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ جو ادارے وفاق کا تحفظ کرنے کے لئے بنائے گئے تھے مثلاً مشترکہ مفادات کی کونسل، ان کا اجلاس شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ بنیادی مسئلہ وہی رہا کہ ان اداروں کی ناقص کارکردگی کی وجہ سے عوام میں عمومی طور پر بدگمانیوں نے جنم لیا۔ جہاں تک قراردادوں کا تعلق ہے، وہ مشترکہ مفادات کی کونسل کی ذمہ داری نہیں ہیں بلکہ وہ وفاقی حکومت کو بھیجی جانی چاہئیں۔ صوبے اگر چاہیں تو ان قراردادوں کا مسئلہ اٹھا سکتے ہیں جو وہ وفاقی حکومت کو بھیجنا چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے حالات فوری طور پر تبدیل نہ ہوں مگر سیاست میں طویل المیعاد فوائد اور تبدیلیوں کے لئے دباؤ برقرار رکھنا پڑتا ہے۔

سوال

ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو

ایم پی اے (W-131، پی ایم ایل- کیو)

میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس ملک میں طاقت بندوق کی نالی کے پاس ہے اور کوئی سویلین طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ سوال یہ نہیں ہے کہ جمہوریت کو جاری رہنا چاہئے یا نہیں۔ سویلین اتنا دباؤ کیسے ڈال سکتے ہیں کہ فوجی مداخلت بند کرسکیں؟ اور میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان میں رائے عامہ کا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں رائے عامہ کمزور ہے اور یہ ابھی تک بلوغت کی سطح تک نہیں پہنچی اور اس میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ جمہوریت اور جمہوری نظام کو ہمیشہ اسی لئے شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ یہاں عوام کی شرکت یا کوئی رائے نہیں ہے، یہ کیسے پیدا کی جائے؟ یہ ہے اصل سوال۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

میرا جواب بہت مختصر ہے کہ یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ فوج خود بخود ہتھیار ڈال دے گی۔ اس کے لئے سول آبادی کو خود کوئی قدم اٹھانا ہوگا اور اپنے سیاسی اقتدار کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اس کے لئے آپ کو کام کرنا ہوگا۔ کسی سیاسی رہنما کو کبھی بھی فوج کے سربراہ سے حکومت کی برطرفی کے لئے مدد نہیں مانگنی چاہئے۔

سوال

جناب نجم الدین ابڑو

ایم پی اے (PS-42، لاڑکانہ-VIII، پی پی پی)

ہمیں ہمارے حقوق نہیں دیئے جا رہے ہیں اور وفاقی اکائیوں کو مرکز کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کوئی لیڈر غیر مسلم ہو مگر اس کی حکومت میں انصاف اور مساوات ہو تو معاشرہ برقرار رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر حکمران مسلمان ہو مگر اس کی حکومت میں انصاف ناپید ہو تو معاشرہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ آئینی ضمانتوں کے باوجود وفاقی اکائیوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات دور ہوسکیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

اعتماد یا بداعتمادی دراصل وہ سیاسی تجربہ ہے جو آپ کو وقت کے ساتھ ساتھ حاصل ہوتا ہے، کہ آپ کے حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے یا نہیں۔ ان کا ازالہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے اگر یہ مسائل سیاسی اداروں کے سامنے لائے جائیں، اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ حالات بہتر ہوتے چلے جائیں گے اور جب تک ہمارا وفاق صوبوں یا اضلاع کی سطح پر بہتر نتائج نہیں دکھاتا، حکومت ایک نوآبادیاتی طاقت ہی تصور کی جاتی رہے گی اور جب تک جمہوریت روبہ عمل نہیں لائی جاتی اس قسم کی ناانصافیاں موجود رہیں گی۔

تبصرہ

محترمہ نسرین چانڈیو

ایم پی اے (W-141، پی پی پی)

انہوں نے اس دوروزہ ورکشاپ کے انعقاد پر پلڈاٹ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ وفاق اور صوبوں کے مابین تعلقات اور صوبوں کے آپس میں تعلقات حوصلہ افزا نہیں، بلکہ یہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر تلخ تر ہیں:

1۔ صوبوں میں رقوم کی غیر مساویانہ تقسیم، صوبوں کے قدرتی وسائل پر قبضہ، صوبوں کو رائلٹی کی عدم ادائیگی اور ان صوبوں کے عوام کو ان زمینوں پر کام کرنے سے روکنا جہاں سے وفاقی حکومت کو تیل، گیس، کوئلہ اور دیگر معدنیات حاصل ہوتی ہیں۔

2۔ صوبوں کی زرعی زمینوں پر مرکزی حکومت کا کنٹرول، جو لاکھوں ایکڑ اراضی مقامی آبادی کے بجائے دیگر لوگوں کو الاٹ کردیتی ہے (سکھر، کوٹری اور گدو بیراج)

3۔ نہری پانی کے معاہدے کے باوجود سندھ کی زراعت کو تباہ کرنے کے لئے سندھ کو کم پانی دیا جا رہا ہے۔ سندھ، سرحد اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں کی طرف سے مخالفت کے باوجود کالا باغ ڈیم اور تھل کینال کی تعمیر پر غیر ضروری طور پر زور دیا جا رہا ہے۔ سندھ کو بتایا جا رہا ہے کہ کالا باغ ڈیم اور تھل کینال ہر قیمت پر تعمیر کئے جائیں گے چاہے سندھ پاکستان سے علیحدہ ہی ہوجائے۔ ملک میں پانی کی مصنوعی کمی دکھائی جاتی ہے حالانکہ پنجاب میں ہر فصل بہت اعلیٰ ہوتی ہے جبکہ سندھ کی لاکھوں ایکڑ زمین برباد ہوگئی ہے۔ پانی کی مصنوعی کمی کی بنا پر 2003-2001ء کے سالوں میں سندھ میں زراعت تباہ ہوکر رہ گئی اور صوبے کو 21 لاکھ روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

4۔ منتخب صوبائی اسمبلیوں کی قراردادوں کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی جاتی۔

5۔ صوبوں کو اختیارات اور آزادی دینے کے بجائے ضلعی حکومتوں کو زیادہ اختیارات دے دیئے گئے ہیں۔ اس طرح وزیر اعلیٰ کے سیکرٹریٹ، صوبائی وزراء اور صوبائی سیکرٹریٹ اور محکموں کے مالی اور انتظامی اختیارات ضلعی حکومتوں کو دے دیئے گئے ہیں جو صوبائی حکومت کے نہیں بلکہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں قومی مفاد میں اپیل کرتی ہوں کہ وفاقی حکام بلاتاخیر مزید صوبوں کے عوام کے قریب آئیں۔ صوبہ سندھ کی موجودہ صورتحال بہت چونکا دینے والی ہے، اس پر نفسیاتی دباؤ ہے، صوبہ سندھ کو اس کے حقوق دینے کے لئے ناانصافیوں کا ازالہ کرنا ہوگا۔

سوال

محترمہ سیدہ بانو صدیق

ایم پی اے (W-144، پی پی پی)

میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب فوجی سازشوں کے ذریعہ کسی حکومت کی میعاد ہی پوری نہیں ہونے دی جاتی تو سیاسی جماعتیں ایسے میں کیا کردار ادا کرسکتی ہیں؟ ہم خود فوج کو بلاتے ہیں، فوج خود نہیں آتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے لئے جو

سکیورٹی کونسل بن رہی ہے وہ ہمارے لئے کتنی سودمند ہوگی۔ جب بھی کوئی سیاسی حکومت اقتدار میں آتی ہے تو حزب اختلاف بے پناہ شوروغوغا مچاتی ہے اوراس امر کو یقینی بناتی ہے کہ حکومت اپنی میعاد پوری نہ کر سکے۔ کیا ایسا ہونا چاہئے؟ آپ ہمیں سمجھائیں کہ بطور سیاستدان ہمارے کیا حقوق وفرائض ہیں۔ ہم فوج پر الزام لگاتے ہیں مگر یہ ایک برہنہ حقیقت ہے کہ جب فوج اقتدار سنبھالتی ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور جنرل کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ کیا ہمیں حکومت کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے یا حکومت چلنے دینی چاہئے۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

سیاستدان خواہ حزب مخالف سے ہوں یا سرکاری بنچوں سے، انہیں صوبائی اسمبلیوں کی حفاظت کے لئے متحد ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اقتدار میں کبھی خلا نہیں ہوتا، جب ایک شخص اقتدار سے ہٹتا ہے تو دوسرا اقتدار پر فائز ہو جاتا ہے۔ اگر حکومت قانونی ہاتھوں میں نہ ہو اور اداروں کے ذریعہ نہ چلائی جارہی ہو تو فوج اس پر قبضہ کرلیتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو اقتدار عوام کے ہاتھوں میں ہوگا، دیگر ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گا۔ سیاسی قوتوں کو اپنا ضابطہ اخلاق بنانا چاہئے۔ سکیورٹی کونسل کا مقصد یہی ہے کہ پاکستان میں آئینی اور قانونی تحفظ موجود ہے۔

تبصرہ

بیگم گلزار انڑ

ایم پی اے (W-157 پی ایم ایل-ایف)

جناب حسن عسکری رضوی نے فرمایا ہے کہ 1973ء کے آئین نے ہمیں کافی حقوق دیئے ہیں، میں تو سمجھتی ہوں کہ اگر ہم انڈیا ایکٹ 1935ء پر عمل کریں تو ہمارے متعدد مسائل حل ہو جائیں گے۔ سندھ شدید احساس کمتری کا شکار ہے، سندھ کے مسائل بہت زیادہ ہیں، متعدد ارکان کو تربیت کی ضرورت ہے۔ یہاں پر ناظمین اور کونسلروں کے مابین اتنے زیادہ تنازعات ہیں کہ ہماری استعداد کار متاثر ہوتی ہے اور اضلاع کے لئے کچھ کرنے سے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ خواتین ارکان خواہ کسی بھی جماعت سے ہوں، وہ بدستور بے اختیار ہیں۔

سوال

جناب حمیداللہ

ایم پی اے (PS-93، کراچی-V، ایم ایم اے)

ہم آزاد عدلیہ کی بات کرتے ہیں، یہاں تو سیاسی جماعتوں کو آزادانہ طور پر کام کرنے کی اجازت نہیں۔ 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں آئین بنائے گئے مگر ہم نے کسی پر عمل نہیں ہونے دیا۔ ان حالات میں ہم مضبوط وفاق کیسے بنا سکتے ہیں؟

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار

مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ باتیں صرف کتابی سطح پر ہیں عملاً ان کو نافذ نہیں کیا جاتا۔ عدلیہ اب آزاد نہیں رہی اور عوام اور عدلیہ میں بداعتمادی کی خلیج حائل ہے۔ وفاق کو درپیش مسائل کی نشاندہی کی جانی چاہئے۔

سوال

محترمہ شمیم آراء پنہاور

ایم پی اے (W-145، پی پی پی)

میں اس قابل تحسین ورکشاپ پر پلڈاٹ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ پاکستان میں جمہوریت کو کبھی پھلنے پھولنے نہیں دیا گیا۔ انتخابات کے موقع پر اراکین پر بعض شرائط عائد تھیں مثلاً فلور کراسنگ پر پابندی تھی۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

اصولاً یہ بات غلط ہے مگر ہماری حکومتیں اس کے لئے جوڑ توڑ کرتی رہی ہیں اور 2002ء میں بھی ایسا ہوا ہے۔

سوال

جناب نصر اللہ خاں

ایم پی اے (PS-116، کراچی-XXVIII، ایم ایم اے)

قرارداد پاکستان کے بعد ہم نے جو انداز حکومت اختیار کیا وہ غیر موثر رہا اور ناانصافیوں کی وجہ سے 1971ء میں پاکستان ٹوٹ گیا۔ باقی ماندہ پاکستان میں بھی صوبوں کو ان کے حقوق نہیں دیئے گئے جس کی بنا پر بے چینی میں اضافہ ہوا اور احساس محرومی پیدا ہوا۔ پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا، جب تک ہم اس بنیاد کو نہیں اپنائیں گے ہم نہ تو آزاد ہوں گے اور نہ کامیاب۔

جواب

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار

صدارتی کلمات

جناب سید مظفر حسین شاہ

سپیکر سندھ اسمبلی

انہوں نے ورکشاپ کی پہلی نشست میں شریک ہونے اور اظہار خیال کرنے پر تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے بالخصوص پلڈاٹ کا شکریہ ادا کیا جس نے سندھ اسمبلی سیکرٹریٹ کے تعاون سے کراچی میں یہ ورکشاپ منعقد کی۔ انہوں نے کہا کہ ورکشاپ سے اراکین صوبائی اسمبلی کو ایک موقع ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اتنی کثیر تعداد میں خواتین کی شرکت دیکھ کر انہیں دلی خوشی ہوئی ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر حسن عسکری کے مقالے کی تحسین کی جس میں انہوں نے وفاقیت کے تمام پہلوؤں پر

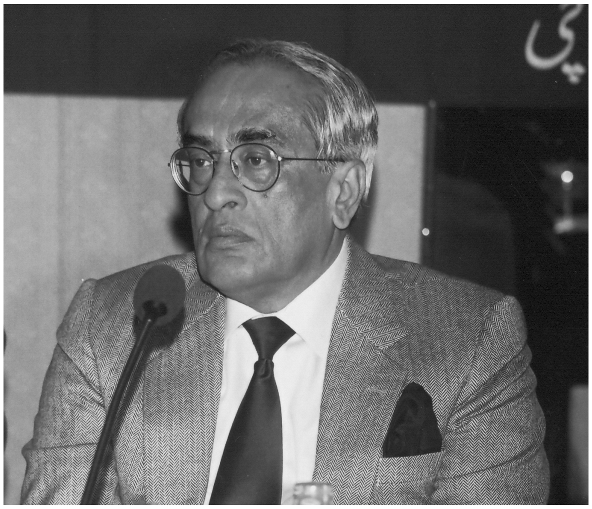

سیر حاصل بحث کی، جو کہ پاکستان کے آئینی ماہرین، سیاسی جماعتوں اور شہریوں کے لئے بہت اہم موضوع ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ قیام پاکستان کے پچاس سال بعد بھی ہم ان بنیادی مسائل کو طے نہیں کر پائے جن کی بنیاد پر پاکستان کا وفاق معرض وجود میں آیا۔ انہوں نے کہا کہ آئین کی موجودگی کے باوجود بھی ہم صوبائی خودمختاری اور پاکستان کے مستقبل پر اتفاق رائے پیدا کرنے کے مسائل پر ذہنی انتشار کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا یہ بجا ہے کہ 1973ء میں ملک کی بڑی بڑی سیاسی جماعتوں نے اتفاق رائے کے ساتھ ایک دستاویز تیار کر لی مگر آج ہم دیکھتے ہیں قومی دھارے میں شامل سیاسی جماعتیں اور چھوٹے صوبے یہ آواز بلند کر رہے ہیں کہ خودمختاری کی حدود ناکافی ہیں اور وفاقی آئین پر روح و معانی کے مطابق عمل نہیں کیا جا رہا۔ اس ورکشاپ کی صورت میں اہم مسائل پر بات کرنے اور سیاسی اور جمہوری عمل کے فروغ کے لئے اتفاق رائے کے حصول کے لئے ایک پلیٹ فارم دستیاب ہوا ہے۔ وفاقیت سیاسی مذاکرات کے ذریعے باہمی اتفاق رائے اور ایک دوسرے کا نکتہ نظر سمجھنے کا نام ہے۔ اس کاوش پر میں جناب احمد بلال محبوب اور ان کے رفقاء کا شکر گزار ہوں۔

دوسرا اجلاس

صوبائی خودمختاری پر صوبوں کا موقف

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ
(بی این پی، ایم)

انہوں نے اتنے اہم موضوع پر ورکشاپ کے انعقاد پر پلڈاٹ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے آغاز میں بلوچستان کی جغرافیائی حیثیت اور پاکستان میں اس کی جغرافیائی تزویراتی اہمیت کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان کا رقبہ 3,47,188 مربع کلو میٹر ہے اور یوں وہ پنجاب اور سندھ کے مجموعی رقبے سے بھی بڑا صوبہ ہے۔ یہ پاکستان کے کل رقبے کا 44 فیصدی ہے اور اس کی سرحد 770 کلومیٹر طویل ہے۔ ملک کی 56 فیصدی قدرتی گیس اور 49 فیصد مویشی اسی صوبے سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ بحری تجارت کا اہم راستہ ہے، اور یہاں گیس اور تیل کی پائپ لائن ہیں جن کے ذریعے پورے ملک کو تیل اور گیس فراہم ہوتے ہیں اور پاکستان میں اتنی اہمیت کا حامل ہونے کے باوجود بلوچستان کو اس کے جائز حقوق نہیں دیئے جاتے اور اس کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ انہوں نے کہا کہ 1947ء کے اوائل سے ہی بلوچستان اور پاکستان کے تعلقات موجود رہے ہیں۔ 12 اگست 1947ء کو آزاد بلوچستان (قلات) کا اعلان کیا گیا۔ پاکستان نے ادغام کے لئے خان آف قلات پر دباؤ ڈالا۔ خان آف قلات نے معاملہ بلوچستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں (ایوان بالا اور ایوان زیریں) میں پیش کیا۔ دونوں ایوانوں کے اجلاس بالترتیب 14 دسمبر 1947ء اور 4 جنوری 1948ء کو ہوئے اور دونوں نے پاکستان میں ادغام کی تجویز مسترد کر دی۔ تاہم 17 مارچ 1948ء کو قلات کے اجزائے لاینفک (خاران، مکران اور لسبیلہ) غیر قانونی طور پر پاکستان میں شامل کر لئے گئے اور بالآخر 27 مارچ

1948ء کو ریاست قلات پاکستان کا حصہ بن گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ فیصلہ بلوچستان کے آئین اور بلوچ پارلیمنٹ کے فیصلوں کی صریحاً خلاف ورزی تھا۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان فوج کی طرف سے 1958ء سے 1960ء تک بلوچستان میں فوجی آپریشن کی طرف توجہ دلائی۔ ون یونٹ کا تصور تھوپ دیا گیا اور 6 اکتوبر 1958ء کو پاکستانی فوج نے خان آف قلات کو گرفتار کر لیا اور ان کے محل کے باہر 20 سے زیادہ معصوم بلوچوں کو قتل کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ جب 1958ء میں سکندر مرزا نے مارشل لاء لگایا تو ایک بلوچ سردار نوروز خان نے احتجاج کیا چنانچہ اس کے خاندان کے پانچ افراد کو پھانسی دے دی گئی۔ مسٹر بلوچ نے کہا کہ اس طرح کے مظالم ایوب خاں کے پورے دور میں جاری رہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد بلوچستان کے خلاف شدید فوجی جارحیت کی گئی۔ 6 فروری 1973ء کو وفاقی حکومت نے بلوچستان میں فوج بھیج دی اور 1973ء سے 1977ء تک بلوچستان کے عوام کے خلاف فوجی آپریشن جاری رہا۔ پاکستان کی آئینی تاریخ اور صوبائی خودمختاری کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب ثناء اللہ بلوچ نے کہا کہ 1956ء کے آئین میں 30 موضوعات وفاقی قانون سازی کی فہرست میں تھے، 95 صوبائی فہرست میں 19 مشترکہ فہرست ہیں۔ 1962ء کے آئین کو تو ہم مانتے ہی نہیں کیونکہ اس وقت ون یونٹ تھا اور وہ کسی دستور ساز اسمبلی نے نہیں بنایا تھا۔ 1973ء کے آئین میں وفاقی قانون سازی کی فہرست میں 67 موضوعات ہیں۔ 1973ء کے آئین کی ایک خامی یہ ہے کہ اس میں کوئی صوبائی فہرست ہے ہی نہیں اور مشترکہ فہرست میں 47 موضوعات ہیں۔ میرا موقف یہ ہے کہ مشترکہ فہرست منسوخ کر دی جائے اور اس کے تمام موضوعات صوبوں کے دے دیئے جائیں۔

قومی مالیاتی کمیشن کے ایوارڈز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کا ذکر اکثر سننے میں آتا ہے اور وہ مقننہ میں مالی اختیارات کی تقسیم کی روح ہیں۔ 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 160 کے مطابق ان ایوارڈز پر ہر پانچ سال بعد نظر ثانی ہونی چاہیئے۔ تاہم گزشتہ دو سالوں کے بجٹ میں قومی مالیاتی کمیشن کا ایوارڈ موجود نہیں۔ انہوں نے کہا کہ قومی مالیاتی کمیشن کے سابقہ ایوارڈ میں مرکز اور صوبوں میں فنڈز کی تقسیم آبادی کی بنیاد پر کی گئی تھی۔ انہوں نے قدرتی گیس کے سلسلہ میں بلوچستان کی محرومی کا ذکر کیا اور کہا کہ بلوچستان کو گیس کی رائلٹی بہت کم دی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کوئٹہ کو 1986ء میں گیس دی گئی مگر بلوچستان کے 80 فیصدی علاقے ابھی تک گیس سے محروم ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 158 میں رائلٹی کی ضمانت دی گئی ہے مگر ابھی تک اس آرٹیکل پر عمل نہیں ہوا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ نے مسلح افواج میں بلوچستان کی نمائندگی کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ رجحان شروع سے ہی پایا جاتا ہے اور 60 فیصد بنگالی آبادی کو بھی فوج میں نمائندگی دینے سے انکار کیا گیا تھا۔ 1956ء کے آئین میں مسلح افواج میں مساوی نمائندگی کے متعلق کوئی آرٹیکل نہیں تھا۔ 8 اکتوبر 1957ء کو 45 بلوچ سرداروں نے کراچی میں سکندر مرزا سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ مسلح افواج میں مساوی نمائندگی دی جائے۔ اس کے بعد 1960ء اور 1970ء میں نیشنل عوامی پارٹی نے صوبائی خودمختاری اور فوج میں مساوی نمائندگی کا سوال اٹھایا۔ تاہم 1973ء کے آئین میں یہ لکھا گیا کہ پاکستان کی ریاست تمام شہریوں کو فوج میں شمولیت کا موقع دے گی۔ انہوں نے کہا یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بلوچستان کی ساحلی پٹی 90 فیصدی ہے مگر بلوچستان کو بحریہ میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں۔ جناح نیول بیس میں عارضی بنیادوں پر 40 بلوچ ملازمین ہیں مگر کوسٹل گارڈز میں بلوچستان کی نمائندگی بالکل ہی نہیں ہے۔ مسلح افواج میں تفاوت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ملازمتوں میں ناانصافیوں اور معاشی محرومیوں کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ وفاقی حکومت نے بلوچستان کے تمام منظم ادارے ختم کر دیئے ہیں۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق ملازمتوں میں پنجاب کا حصہ 51 فیصدی ہے اور اس وقت پنجاب کے پاس دو لاکھ 75 ہزار ملازمتیں ہیں اور پنجاب کے 65,759 افراد غیر قانونی طور پر ملازمت حاصل کر چکے ہیں کیونکہ ان کے ڈومیسائل جعلی ہیں۔ بلوچستان کو اپنے جائز حصے کا صرف 5.11 فیصدی دیا جاتا ہے۔ ایل ایف او کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ آئین کی خلاف ورزی ہے اور قومی اسمبلی اور سینٹ کی نشستوں میں غیر مساوی اضافہ کیا گیا ہے۔

آخر میں جناب ثناء اللہ بلوچ نے متعدد سفارشات پیش کیں جن میں یہ شامل ہیں: وفاقی اکائیوں میں نیا سوشل کنٹریکٹ ہونا چاہیئے، صحیح معنوں میں وفاقی اور جمہوری ڈھانچہ قائم کیا جائے اور وفاق اور صوبوں میں اختیارات کی واضح تقسیم ہونی چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ قانون سازی کی وفاقی فہرست پر نظر ثانی کی جائے اور مشترکہ فہرست کو صوبائی فہرست میں تبدیل کر دیا جائے۔ سینٹ اور قومی اسمبلی کے اختیارات برابر ہونے چاہئیں۔ مفادات سے متعلق اداروں مثلاً مشترکہ مفادات کی کونسل، قومی مالیاتی کمیشن اور قومی اقتصادی کونسل کی تشکیل نو کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ صوبائی سرحدوں کی حد بندی ہونی چاہیئے اور سیاسی معاملات میں فوج کی مداخلت بند ہونی چاہیئے۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ کی مکمل پریزینٹیشن کے لئے ملاحظہ کیجئے ضمیمہ (ر)

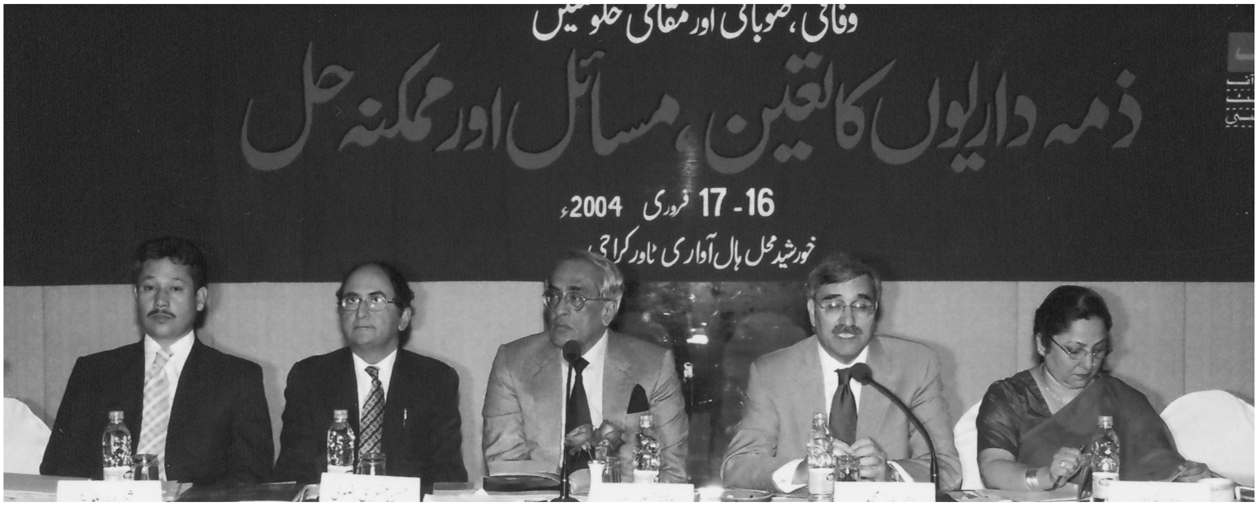

سوالات و جوابات/اظہار رائے

سوال

جناب محمد ادریس صدیقی

ایم پی اے (PS-103، کراچی-XV، ایم کیو ایم)

کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دستیاب ٹیکس آپ کے صوبے کو دے دیئے جائیں؟

جواب

سینیٹر ثناءاللہ بلوچ

بی این پی-ایم

بعض ٹیکس وفاقی حکومت جمع کرتی ہے اور بعض صوبائی حکومتیں، صوبوں کو اپنے ٹیکس خود منتخب کرنے چاہئیں۔ محاصل وصول کرنے کا حق صوبوں کا ہونا چاہیے۔

سوال

بیگم گلزار انڑ

ایم پی اے (W-157، پی ایم ایل-ایف)

آپ نے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں، ان کی وجہ سے میرا تاثر ہے کہ بلوچستان اور سندھ کے صوبوں کے ساتھ زیادتی ہورہی ہے۔ ہمیں گیس کی رائلٹی نہیں دی جارہی۔ اگر 1947ء کی قرارداد پر عمل کیا جائے تو چاروں صوبے ترقی کریں گے اور خوش رہیں گے۔ رائلٹی کا معاملہ سندھ کی طرف سے آہستہ آہستہ اور مسلسل اٹھایا جارہا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں اتفاق رائے پیدا کرنا چاہیے۔

جواب

سینیٹر ثناءاللہ بلوچ

بی این پی-ایم

مجھے آپ سے اتفاق ہے۔

سوال

محترمہ کلثوم نظامانی

ایم پی اے (W-146، ایم ایم اے)

بلوچستان میں قبائلی تنازعہ موجود ہے، ایسی صورت میں گیس کا مسئلہ کیسے حل ہو؟

جواب

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی این پی-ایم

بلوچستان میں وسائل کے معاملے پر کوئی تنازعہ نہیں ہے۔

سوال

محترمہ نائلہ انعام

ایم پی اے (W-158، پی ایم ایل-ایف)

آپ نے فرمایا ہے کہ بلوچستان کو رائلٹی بحالی یعنی غربت کے لئے دی جائے۔ غربت تو سندھ میں بھی ہے کیا بحالی کے لئے سندھ کو بھی رائلٹی ملنی چاہئے؟ اور کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ پلاننگ کمیشن ختم کر دیئے جائیں؟

جواب

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی این پی-ایم

میں نے یہ کہا تھا کہ پلاننگ کمیشنوں کی تشکیل نو کی جائے، رائلٹی ایسی چیز نہیں ہے جو غربت کے لئے دی جاتی ہو، یہ تو ایک آئینی حق ہے۔ بلوچستان کو غربت یا پسماندگی کے نام پر ایک پائی بھی نہ دی جائے اور یہی سندھ کا معاملہ ہے۔ اسے صرف اس کے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔ حال ہی میں وزیر اعظم نے ''غربت مٹاؤ پروگرام'' کے تحت ایک ارب روپیہ دیا ہے جو بالکل بیکار ہے۔ پاکستان سے غربت صرف ایک ارب روپے سے کیسے ختم کی جاسکتی ہے؟

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

جب تک صوبوں میں قومی مالیاتی کمیشن کے ایوارڈ پر اتفاق رائے نہ ہو، یہ نافذ العمل نہیں ہوسکتا۔ اگر بلوچستان آبادی کی بناء پر وسائل کی تقسیم پر بضد رہے اور سندھ بھی اس کے خلاف مزاحمت کرے تو کیا بلوچستان سندھ کا ساتھ دے گا؟

جواب

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی این پی-ایم

وفاقی حکومت این ایف سی ایوارڈ کو قبول کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہی ہے مگر آج کے بیان کے بعد میرا خیال ہے کہ این ایف سی ایوارڈ یکساں طور پر تقسیم نہیں ہوگا۔ میں یہ یقین دہانی نہیں کرا سکتا کہ بلوچستان این ایف سی ایوارڈ میں فریق نہیں بنے گا کیونکہ میں حکومت میں شامل نہیں ہوں۔ تاہم ہم اس کے باوجود حکومت پر دباؤ ڈال سکتے ہیں۔

سوال

محترمہ شمیم آراء پنوار

ایم پی اے (W-145 پی پی پی)

1973ء کے آئین کے مطابق تمام صوبے آزاد اور خودمختار ہیں، پھر انہیں خودمختاری دی کیوں نہیں دی جارہی؟

جواب

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی این پی-ایم

مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ خود مختاری صوبوں کا حق ہے اور انہیں دی جانی چاہئے۔

محترمہ فرحین مغل

ایم پی اے (W-136، پی پی پی)

آپ نے کہا کہ ہمارے سروں پر مسلسل ایل ایف او (لیگل فراڈ آرڈر) کی تلوار لٹک رہی ہے لیکن ہم ایل ایف او کو ختم نہیں کر سکتے، اس قسم کے مسائل ہمارے شور و غوغا کے باوجود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ حل نہیں کئے جاتے اور ہم اصل مسئلے سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وزیر اعظم آپ کے صوبے سے ہے پھر بھی وہ ابھی تک بلوچستان کے لئے کچھ کر کیوں نہیں سکے؟

جواب

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی این پی-ایم

فرق یہ ہے کہ آپ کے صوبے سے منتخب وزیر اعظم آتا ہے اور ہمارے صوبے سے نامزد وزیر اعظم آتا ہے۔ پنجاب، سرحد، سندھ یا بلوچستان سے وزیر اعظم چننے کے بجائے، وہ قانون کے مطابق اور قانون ساز اسمبلی کے ذریعے منتخب ہونا چاہئے، اسی طرح ہمیں ہمارے حقوق مل سکیں گے۔

ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو
مورخ و رکن صوبائی اسمبلی

انھوں نے جناب ثناء بلوچ کی مفصل اور متاثر کن پریزنٹیشن کی تحسین کی۔ انھوں نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ جو پاکستان صوبائی خودمختاری کی بنیاد پر بنا وہ افسوسناک صورتحال کا شکار کیسے ہوگیا؟ انھوں نے ورکشاپ کے منتظمین کو مبارکباد پیش کی کہ یہ ورکشاپ چشم کشا ہے اور اس میں اہم مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

سندھ کا موقف بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر گزشتہ پچاس برس کے عرصے میں مرکز اور صوبوں کے حوالے سے پاکستان کی تاریخ کا معروضی جائزہ لیا جائے تو مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ پاکستان کے صوبوں یعنی وفاقی اکائیوں کی پچاس سالہ جدوجہد سے عبارت ہے جو وہ ایک ایسے طاقتور مرکز سے جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے پر تلا ہوا ہے، کسی نہ کسی حد تک خودمختاری کے حصول کے لئے کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بالفاظ دیگر تاریخ نے صوبوں کو دغا دیا ہے کیونکہ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ نوآبادیاتی آقاؤں سے آزادی کے بعد انہیں خودمختاری دی جائے گی، مگر بدقسمتی سے ایسا ہوا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ 1947ء میں پاکستان کے بانیوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان صحیح معنوں میں وفاق ہوگا اور اس میں شامل ریاستیں زیادہ سے زیادہ خودمختاری کی حامل ہوں گی۔ جمہوریت کا بنیادی تقاضا ہے کہ کسی صوبے یا ریاست کو اپنے معاملات آزادی کے ساتھ چلانے کی اجازت ہو۔ انھوں نے کہا کہ سندھ کو اپنے معاملات چلانے کی آزادی کبھی نہیں دی گئی۔

انھوں نے کہا کہ پاکستان کی طاقتور مرکزی حکومتوں نے آئینی تاریخ کا راستہ

غیر فطری طور پر موڑ دیا اور 1947ء کے آزادی کے قانون میں کیے گئے ان وعدوں کی پابندی سے انحراف کیا کہ صوبوں کو خود مختاری دی جائے گی اور جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت کا تصور نسبتاً نیا تھا اور یہ مغربی تعلیم اور نو آبادیاتی تجربے کے نتیجے میں سامنے آیا۔ انہوں نے کہا کہ لغت میں وفاق کے معنی یہ دیئے گئے ہیں کہ ''ریاستوں کا ایک گروپ جس کی ایک مرکزی حکومت ہوتی ہے مگر وہ اپنے اندرونی معاملات میں آزاد ہوتی ہیں''۔

انہوں نے کہا کہ وادی سندھ کی تہذیب برصغیر کے شمال مغربی علاقوں سے جنوب مشرقی علاقوں تک وسیع علاقوں میں پھیل گئی مگر مشترکہ تہذیب کے باوجود ان کی ثقافت، طرز زندگی اور یقینی طور پر مسائل میں بھی تضاد پایا جاتا تھا، مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس کے باوجود وادی سندھ کے شہر خود مختار تھے اور ہزار سال تک خود مختار رہے۔ مغلوں کے دور میں بھی اسی اصول کو اپنایا گیا۔ 1919ء اور 1935ء کی اصلاحات میں بھی انہی خطوط پر حکومت کی تشکیل دی گئی اور یہی اصول قانون آزادی 1947ء کی بنیاد بنا جس کے تحت پاکستان قائم ہوا۔

انہوں نے کہا کہ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کی آئینی بنیاد اس اصول پر رکھی گئی تھی کہ پاکستان میں شامل ہونے والی ریاستوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری حاصل ہوگی۔

1935ء تک صوبوں کی مکمل خود مختاری ہی سیاسی نصب العین تھا یہی وجہ تھی آزادی کے وقت اس نصب العین کے حصول کا وعدہ کرنے والی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے پروگرام میں صوبوں نے کشش محسوس کی۔

انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے تقسیم کے بعد پاکستان کی طاقتور مرکزی حکومتوں نے آئینی تاریخ کا رخ موڑ دیا اور ان صوبوں کے ساتھ کیئے گئے تاریخی وعدے سے انحراف کیا گیا، جنہوں نے اپنی قسمت تحریک پاکستان کے ساتھ وابستہ کر لی تھی۔ پاکستان کو آمرانہ حکومتی ڈھانچہ اور مرکزی افسر شاہی کی افسرانہ سوچ ورثے میں ملی۔

کشمیر میں محاذ آرائی سے پاکستان کے مرکزی پالیسی سازوں کو احساس ہوا کہ دستیاب وسائل کی نسبت کہیں زیادہ رقوم کی ضرورت ہے، چنانچہ انہیں یہی سوجھی کہ صوبوں کے وسائل نچوڑے جائیں۔ صوبوں میں جو رقوم عوام کی ضروریات، ان کی تعلیم، صحت وغیرہ کے لئے رکھی گئیں تھیں وہ ''جنگی ضروریات'' کی طرف منتقل کر دی گئیں۔

مرکز کے وعدے دم توڑ گئے اور آج بھی حکومتی ترجیحات یہی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ صوبے مسلسل 1940ء کی قرارداد پر عملدرآمد کے مطالبات کرتے رہے، جس کے تحت صوبوں سے مرکز کو صرف مشترکہ مفادات کے معاملات ہی تفویض ہو سکتے ہیں مثلاً مواصلات، کرنسی، تجارت، دفاع اور امور خارجہ۔ یہ تنازعہ وفاقی حکومت اور وفاقی اکائیوں کے مابین شدت اختیار کرتا رہا۔

اسی طرح مشرقی بنگال نے محسوس کیا کہ اسے سیاسی اختیارات سے محروم کیا جا رہا ہے اور اس کا معاشی استحصال ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ پاکستان کی برآمدات چائے اور پٹ سن پر مشتمل تھیں جو صرف مشرقی بنگال میں ہے۔ اس حقیقت نے شکایات کو اور گھمبیر بنا دیا کہ طاقتور افسر شاہی اور فوج پر پنجاب کا غلبہ تھا اور دوسرے صوبوں کا ان میں کوئی حصہ نہ تھا، اگر کہیں تھا بھی تو برائے نام۔ اس پر مستزاد مشرقی پاکستان کی معیشت پر مغربی پاکستان کا غاصبانہ تسلط تھا۔

سندھ اور سرحد کی حکومت کو اگرچہ اپنی صوبائی اسمبلیوں میں اکثریت اور ان کا اعتماد حاصل تھا مگر قیام پاکستان کے فوراً بعد مرکزی حکومت نے انہیں برطرف کر دیا۔ جن سیاستدانوں نے صوبائی حقوق کا نعرہ لگانے کی جرات کی انہیں خصوصی قوانین بنا کر سیاست سے نیست و نابود کر دیا گیا۔

جب اخلاقیات کی کھلی خلاف ورزی ہونے لگی اور احتجاج شروع ہوا تو مرکزی حکام نے پیریٹی اور ون یونٹ کا انوکھا فارمولا پیش کر دیا۔ اس فارمولے کے تحت مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کے ادغام سے ایک انتظامی یونٹ قائم کر دیا گیا اور اگرچہ آبادی کے لحاظ سے یہ یونٹ پھر بھی چھوٹا تھا مگر اسے مشرقی پاکستان کے ساتھ پیریٹی دے دی گئی۔

1956ء کا آئین نافذ ہوا تو 1959ء میں عام انتخابات ہونا قرار پائے جو پاکستان کی تاریخ میں مرکزی مقننہ کے پہلے انتخابات ہوتے۔ دریں اثناء سکندر مرزا نے جو صدارت کے عہدے پر برقرار رہنا چاہتے تھے اور جنہیں یقین نہیں تھا کہ نئی منتخب اسمبلی انہیں صدر منتخب کرے گی، فوج کے اس وقت کے سربراہ جنرل محمد ایوب خاں کے ساتھ مل کر سازش کی اور فوجی انقلاب کے ذریعے حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا، 1956ء کے آئین پر کبھی عمل نہ ہوا۔

اگلے دس برس تک ملک پر عملاً ایک فرد کی حکمرانی رہی، صوبوں پر یا تو مارشل لاء کے تحت فوجی گورنروں کے ذریعہ حکومت کی گئی یا بعد میں 1962ء آئین کے نفاذ کے بعد صوبوں میں کٹھ پتلی سویلین افراد حکومت پر بٹھائے گئے مگر عملاً حکومت مرکزی احکامات کے ذریعہ چلائی جاتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کے سوا باقی صوبوں کو پاکستان میں ہر طرح کے اختیارات اور طاقت کے مراکز سے دور رکھا گیا۔ حکومت نے ایسی پالیسیوں کا نفاذ کیا جن سے سندھ میں ردعمل پیدا ہوا۔ سندھ اور سندھی زبان کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ سندھیوں کے خلاف ہر طرح کا امتیاز برتا گیا اور وہ اپنی ہی سرزمین پر خود کو اجنبی محسوس کرنے لگے۔ انہیں اور اکثریتی صوبہ بنگال کے لوگوں کو قومی پالیسیوں کے سلسلہ میں فیصلہ سازی میں شرکت سے محروم کر دیا گیا۔ بجٹ یا ملکی طرز حکومت میں ان کی رائے کبھی شامل نہیں کی گئی۔ 1971ء کے دلخراش واقعات سے ہم سب آگاہ ہیں جن کے نتیجے میں ملک دولخت ہوا۔

یہ غالباً جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے زوال کا سب سے المناک سانحہ تھا۔ دوقومی نظریہ ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیا گیا۔ انہیں پاتال کی گہرائیوں سے نکال کر پاکستان کی تعمیر نو کرنا پڑی۔

اس دور میں پاکستان میں مرکز اور صوبوں کے تعلقات سب سے نچلی سطح پر تھے۔ بعض جرنیلوں نے بھٹو حکومت قائم کی اور انہوں نے نئے انتخابات کرانے کے بجائے پاکستان کی اکثریت کے الگ ہونے کے بعد باقی ماندہ پارلیمنٹ کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ نئے حالات میں یہ اسمبلی کسی منطق کے لحاظ سے بھی نمائندہ اسمبلی نہیں کہلائی جاسکتی تھی۔

1973ء کے آئین میں مشترکہ فہرست شامل کر کے اقتدار کی مرکزیت کو قانونی شکل دے دی گئی اور وفاق کی اکائیاں مرکز کے اختیارات کے سامنے بے بس ہوگئیں۔ جیسے ہی آئین تحریری شکل میں سامنے آیا تو سندھ کے لوگوں کو اس حقیقت کا ادراک ہو گیا اور طلبہ اور شہری احتجاج کے لئے سڑکوں پر آ گئے۔ یہ وہ دور تھا جب صوبوں میں انتہائی بے چینی کا دور دورہ تھا۔ بلوچستان اور سرحد میں حزب اختلاف کی حکومتیں قائم ہوگئیں۔ حزب اختلاف کے تمام قائدین کو گرفتار کر کے ان کے خلاف بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا گیا اور بلوچستان میں فوج بھیج دی گئی۔ 1970ء کی دہائی میں بلوچستان میں بدترین خانہ جنگی ہوئی جو سقوط مشرقی پاکستان کے بعد پاکستان کی قومی سالمیت کے لئے بہت اندوہناک واقعہ تھا اور جس کے نتیجہ میں پاکستان دنیا بھر میں بہت بدنام ہوا۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ یہ خانہ جنگی 1977ء کے مارشل لاء کے بعد ختم ہوئی اور حزب اختلاف کے قائدین رہا کر دیئے گئے۔

یہ سارے واقعات دہرانے سے میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ 1972-77ء کے سول مارشل لاء کے دوران وفاق اور صوبوں کے تعلقات جتنے کشیدہ رہے اتنے پہلے کبھی نہ تھے۔ بھٹو نے ہر کام فرد واحد کی حکومت قائم کرنے کے لئے کیا جس کے تحت اختیارات کی ایسی مرکزیت قائم ہوئی کہ اس میں دم گھٹتا تھا۔ فوجی حکومت میں صوبائی خودمختاری سرے سے ناپید ہوتی ہے۔ چونکہ اکثر فوجی حکومت رہی، اس لئے صوبائی خودمختاری گویا معرض التواء میں پڑی رہی۔

ایک نئی فوجی حکومت کے قیام کے تین سال بعد آج پاکستان وفاق کے بجائے ایک وحدانی حکومت کا منظر پیش کر رہا ہے۔ مرکز نے صوبوں سے زیادہ تر اختیارات چھین کر اپنے ہاتھ لے لئے ہیں۔ صوبوں میں اپنی حکومتوں کے بے اختیار ہونے کی وجہ سے شدید مایوسی پائی جاتی ہے۔ پھر واپڈا، کے ای ایس سی اور اس طرح کے بہت سے ادارے ہیں جو صوبائی خودمختاری کو کھائے جا رہے ہیں۔ صوبائی حکومتوں کی مایوس کن کارکردگی اور دستیاب مالی وسائل کے سلسلہ میں ان کی بے بسی اور ان کی عاجزی، جس کے تحت وہ اوپر کے احکامات کی تعمیل کرتی ہیں، ان سب نے عوام میں مایوسی اور انتقام پسندی کا احساس پیدا کیا ہے۔ حکومت کی قوت کلی طور پر مرکزی افسر شاہی کے ہاتھوں میں ہے، صوبائی حکومتیں اور نئی قائم شدہ مقامی حکومتیں محض دکھاوے کی چیز ہیں۔

کہنے کو تو آج 1973ء کا آئین ہے مگر یہ بے شمار ترامیم کے بعد ناقابل شناخت ہو چکا ہے، جب یہ نافذ ہوا اور جب اس پر بحث جاری تھی تب بھی یہ اطمینان بخش نہیں تھا۔ 1956ء کے آئین میں صوبوں کو مکمل خودمختاری دی گئی تھی مگر موجودہ آئین میں صوبوں کو بہت سے اختیارات سے محروم کر دیا گیا۔ آج وفاقی تعلقات سے متعلق آئینی شقوں نے صوبائی خودمختاری کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ مرکز کے ساتھ صوبوں کی بعض شکایات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سندھ ہی کی مثال لے لیں، وفاقی مالیاتی ایوارڈ میں سندھ کو سب سے کم حصہ دیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج سندھ کا مطالبہ یہ ہے کہ وفاقی مالیاتی ایوارڈ کی تقسیم کی بنیاد بھلے پسماندگی، ضروریات، آبادی ہو مگر مرکز کسی صوبے سے جو محاصل وصول کر رہا ہے ان

کی مقدار بھی ایک بنیاد ہونی چاہئے۔اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مرکز نے صوبوں سے ٹیکس وصول کرنے کے تمام اختیارات ہتھیا لئے ہیں، مگر اس کام کے لئے وہ اپنی فیس بھی وصول کرتا ہے اور صوبوں کو وہی کچھ دیتا ہے جو اسے مناسب لگتا ہے۔ یہ اس صوبائی خودمختاری کی نفی ہے جو وفاقی اکائیوں کا حق ہے

سندھ آج یہ بھی چاہتا ہے کہ دریائی پانی کی تقسیم کے لئے ایک زیادہ منصفانہ اور متوازن فارمولا اپنایا جائے۔ ارسا جیسے وفاقی ادارے انصاف کی راہ پر نہیں چل رہے۔ مالیاتی ایوارڈ، دریائی پانی کی تقسیم اور صوبوں سے وصول کئے جانے والے واپڈا کے بلوں میں چھوٹے صوبوں کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔اقربا پرستی کی انتہا یہ ہے کہ زرعی اجناس مثلاً گندم اور چاول کی قیمتیں پنجاب میں نئی فصل کی آمد کے موقع پر مقرر کی جاتی ہیں اور سندھ، جہاں فصل پہلے پک جاتی ہے، کی فصل گزشتہ برس والے کم نرخوں پر فروخت کی جاتی ہے۔

مرکز کی طرف سے صوبائی معاملات میں مداخلت روز افزوں ہے، حتیٰ کہ ان معاملات میں بھی جو 1973ء کے آئین کے تحت صوبائی دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ مقامی حکومتوں کے سلسلہ میں مرکز کی طرف سے متعارف کی گئی حالیہ اصلاحات کے ذریعے صوبوں کے پاس جو تھوڑی بہت خودمختاری موجود تھی اسے بھی ختم کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ زور دے کر کہنا چاہتی ہیں کہ تاریخی تجربے اور عوامی رائے کو نظر انداز کر کے اچھی حکمرانی نہیں دی جا سکتی۔ ہر سطح کی حکومت اور عوام کے مابین اعتماد بھی اس سلسلہ میں ضروری ہے۔

انہوں نے کہا کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں حکومتیں اعتماد سے اتنی محروم کیوں ہیں۔ جواب یہ ہے کہ تحریک آزادی کے دوران عوام کے ساتھ کیا گیا ہر وعدہ توڑ دیا گیا ہے۔عوام کو تعلیم، ملازمتوں کے مواقع اور زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رکھا گیا ہے۔ایک ایسے ملک میں جس کی بیشتر آبادی کا انحصار زراعت پر ہے، اس میں کاشتکاروں کو اجناس کی قیمتوں، بیج کی بہتری کے لئے تحقیق یا کسی بھی طرح کی سرمایہ کاری کے سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

اگر ہم زرعی اجناس کی قیمتوں، ضروریات، مقامی ٹیکسوں اور مقامی حکومتوں سے لے کر تعلیم، انتظامیہ، سڑکوں، تجارت، روزگار یہاں تک کہ صوبوں میں شہری زندگی یا معاشی حالت کے کسی بھی پہلو تک کا جائزہ لیں تو بے پناہ طاقت کی حامل مرکزی حکومت، خواہ سول ہو یا فوجی، کے ساتھ صوبوں کا تصادم دیکھنے میں آتا ہے۔

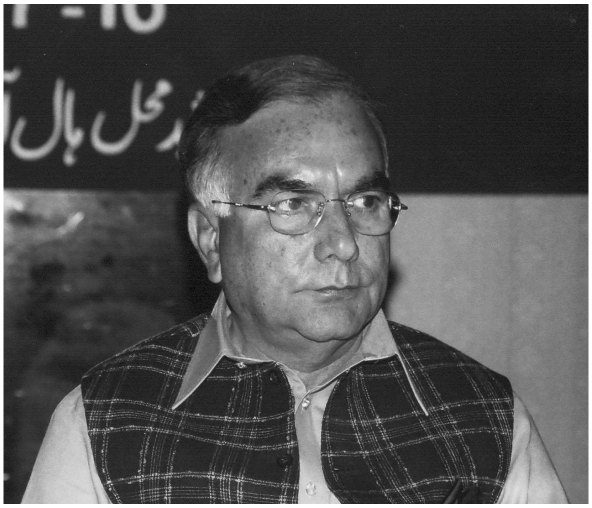

جناب میاں منظور احمد وٹو
سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

انہوں نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور انہیں خوش آمدید کہا۔ انہوں نے خاص طور پر اتنی موثر ورکشاپ کے انعقاد پر پلڈاٹ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم پلڈاٹ کے ممنون ہیں کہ ان لوگوں کے تجربات سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو اقتدار سے باہر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تجربے کا کوئی متبادل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں یہاں مقامی حکومت پر پنجاب کا موقف بیان کرنے کے لئے بلایا گیا تھا، مگر وہ پاکستان کا موقف بیان کریں گے، انہوں نے کہا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ملک کو مضبوط بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ صوبوں کو مضبوط بنانا بہت اہم ہے کیونکہ ان کی مضبوطی پاکستان کی مضبوطی ہے۔

امریکہ کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہاں ہر ریاست کا اپنا جھنڈا اور اپنے ٹیکس ہیں، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اتنی زیادہ خود مختاری کی وجہ سے امریکہ مضبوط ملک نہیں ہے۔ یورپی ممالک میں سے بہت سی مثالیں پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اپنی ریاستوں کو زیادہ خود مختاری دینے کے نتیجہ میں یہ ملک زیادہ مضبوط ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج مطالبہ کیا گیا ہے کہ صوبوں کو 1973ء کے آئین میں دی گئی خود مختاری سے زیادہ خود مختاری دی جائے، مگر انہوں نے کہا کہ 1973ء کا آئین ایک موثر آئین کی عمدہ مثال ہے اور اس میں پہلے ہی صوبوں کو کافی حقوق دیئے گئے ہیں بشرطیکہ انہیں پوری طرح استعمال کیا جائے۔ اس الزام کا ذکر کرتے ہوئے کہ پنجاب کو دوسرے صوبوں سے زیادہ حقوق دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر پنجاب خود کو ملنے والے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے ہدف کے حصول کے لئے مساعی

بروئے کار لاتا ہے تو پنجاب کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ آج کے دور میں زندگی اسی کی ہے جو اہل اور چوکنا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ملک کی مضبوطی کے لئے ضروری ہے ہم سب آئین کا احترام کریں اور اس کی بالادستی کو تسلیم کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ تمام سیاسی جماعتوں کو اس امر پر اتفاق کر لینا چاہئے کہ ملک کا مفاد صوبائی خودمختاری اور جمہوری اداروں کے ساتھ وابستہ ہے۔ انہوں نے سیاست کاروں کے لئے تربیتی اداروں کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ غیر تربیت یافتہ اور ناتجربہ کار لوگوں سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ انہوں نے چرچل کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ سیاست میں غلطیاں کیسے دور کی جائیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ''زیادہ سیاست کرنے سے'' انہوں نے کہا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ مضبوط مرکز مضبوط پاکستان کا ضامن ہے، مگر کئی سالوں کے تجربے سے یہ تصور باطل ثابت ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا اس ملک میں صوبوں کو ان کے جائز حقوق نہیں دیئے گئے، اسی لئے مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان سے الگ ہو گیا حالانکہ مشرقی پاکستان میں وسائل زیادہ تھے اور انتخابات کے بعد دارالحکومت ڈھاکہ بننا چاہئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ نئے آئین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کیونکہ 1973ء کا آئین جناب ذوالفقار علی بھٹو جیسی عظیم ہستی نے بنایا تھا۔ انہوں کہ اختیارات کی مرکزیت کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ عوام میں عدم اتفاق سے ملک کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

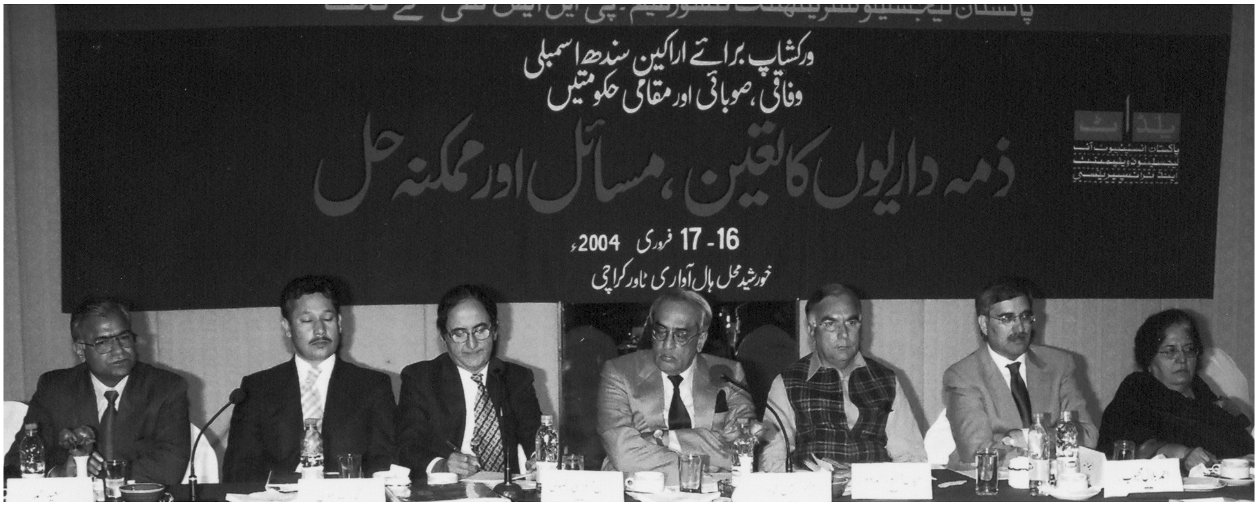

سوالات وجوابات/اظہار رائے

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

پنجاب اور دوسرے صوبوں کے درمیان عدم مساوات اور ناانصافیاں ہر شخص کو نظر آ رہی ہیں۔

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ پاکستان کی فوج ہر ایک کے لئے ہے، فوج میں زیادہ تر لوگ پنجاب سے آتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ دیہات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پاس کوئی متبادل ذریعہ روزگار نہیں ہوتا، اس لئے وہ فوج میں شمولیت اختیار کر لیتے ہیں۔

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

میں ٹھٹھہ کی رہنے والی ہوں اور ٹھٹھہ میں بھی زراعت میں لوگوں کو وسائل روزگار دستیاب نہیں، زمینیں پانی نہ ملنے سے بنجر ہو چکی ہیں، پھر یہ کیوں سمجھا جاتا ہے کہ صرف پنجاب کے لوگ بھرتی کئے جاتے ہیں، سندھ کے نہیں؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

مجھے آپ سے اتفاق ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے، دوسرے صوبوں کے لوگوں کو برابر کے مواقع ملنے چاہئیں۔

سوال

محترمہ کلثوم نظامانی

ایم پی اے (W-146، ایم ایم اے)

تمام صوبے سمجھتے ہیں کہ پنجاب کے مقابلے میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے، آخر ہر ایک کو پنجاب ہی سے شکایت کیوں ہے؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

میں سمجھتا ہوں کہ جب ہمارے نظام میں تسلسل آئے گا، مسائل زیادہ بہتر اور موثر طور پر حل کئے جاسکیں گے۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی حکومت اصلاحات نافذ کرنا چاہتی ہے تو اس کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے اور اس کی ساری محنت رائیگاں جاتی ہے کیونکہ نئی حکومت کو نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑتا ہے۔ تاہم ہمیں توقع ہے کہ معاملات بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔

سوال

محترمہ فرحین مغل

ایم پی اے (W-136، پی پی پی)

کیا سندھ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کبھی پنجاب میں چیف سیکرٹری یا آئی جی رہا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ باقی تمام صوبوں میں اعلیٰ عہدوں پر پنجابی متعین کئے جاتے ہیں، مگر ان صوبوں کے لوگ پنجاب میں متعین نہیں کئے جاتے۔ دوسری بات، واٹر کونسل کے ایک رکن حامد ملک نے بیان دیا ہے کہ اگر سندھ پانی کے مسئلے پر الگ ہونا چاہتا ہے تو انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیا اہم المیہ مشرقی پاکستان کو دہرانا چاہتے ہیں؟ آپ اس پر کیا کہتے ہیں۔

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 1993ء میں جب میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کا عہدہ سنبھالا تو پنجاب کے چیف سیکرٹری جناب لودھی سندھی تھے اور آج کل پنجاب کے آئی جی صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ وفاقی سروس ہے اور ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے میں متعین ہوتے رہتے ہیں، یہ معمول کی بات ہے۔ ہم سندھ کے لوگوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

سوال

جناب حمید اللہ

ایم پی اے (PS-93، کراچی-V، ایم ایم اے)

میں جناب وٹو سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ جناب ثناء اللہ نے کہا اور خود آپ نے تسلیم کیا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو شکایت تھی کہ انہیں کمتر حیثیت دی جارہی ہے، آپ نے کہا ہے کہ آپ سپیکر اور وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ آج سندھ، سرحد اور بلوچستان کے لوگ اسی طرح کمتر حیثیت کے شاکی اور سراپا احتجاج ہیں جس طرح اس وقت مشرقی پاکستان کے لوگ تھے۔ ان تین صوبوں کا وسائل کی فراہمی میں اہم حصہ ہے مگر ان صوبوں کو ان کے جائز قانون حقوق نہیں دیئے جارہے۔ جب آپ خود برسر اقتدار تھے تو آپ نے اس صورتحال کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

جہاں تک وسائل کی فراہمی کا تعلق ہے، کوئی صوبائی حکومت اس سلسلہ میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتی۔ متعلقہ وزرائے اعلیٰ اپنے اپنے صوبوں کے مسائل حل کرسکتے تھے۔ ملک کے وزیر اعظم کا تعلق بلوچستان سے ہے اور صدر کا کراچی سے۔ ان مسائل پر ان

سے بات ہوسکتی ہے، تاکہ وہ ان کے مسائل کے حل کے طریق کار پر متفق ہوسکیں۔ وزیراعظم نے کہا ہے کہ وہ مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ سیاسی مذاکرات کریں گے۔

سوال

جناب حمیداللہ

ایم پی اے (PS-93، کراچی-V، ایم ایم اے)

یہ سمجھا جاتا ہے کہ پنجاب اپنی آبادی کی کثرت کے بل بوتے پر دوسرے صوبوں کے مقابلے میں زیادہ فوائد حاصل کررہا ہے۔ اس عدم مساوات کو کیسے ختم کیا جائے۔

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیراعلیٰ پنجاب

یہ مسائل کوئی صوبائی حکومت یا وزیراعلیٰ حل نہیں کرسکتے، بلکہ یہ مسائل وفاقی سطح پر ہی حل ہوسکتے ہیں۔

سوال

محترمہ سیدہ بانو صدیق

ایم پی اے (W-144، پی پی پی)

یہ کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ جو لوگ سندھ کی سلامتی کے ذمہ دار ہیں ان کا تعلق دوسرے صوبوں سے ہے، آپ نے کہا ہے کہ مربوط ترقی کے لئے عوام کی شرکت ضروری ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر ہم نے دوسرے صوبوں سے لوگوں کو اپنی سلامتی کے تحفظ کے لئے بلانا ہے تو اس کے لئے اتفاق رائے کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً بلوچستان میں قحط کی صورتحال پیدا ہوتی ہے تو پنجاب پابندی لگا دیتا ہے کہ اناج وہاں نہیں لے جایا جاسکتا۔ ہر بات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ ایک متحدہ پالیسی اپنائی جانی چاہئے جس کی بنیاد قومی اتفاق رائے پر استوار ہو۔

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیراعلیٰ پنجاب

مجھے آپ سے اتفاق ہے، قومی سطح پر اتفاق رائے سے یکساں پالیسی تشکیل دی جانی چاہئے۔

سوال

ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو

ایم پی اے (W-131، پی ایم ایل- کیو)

آپ کا کہنا ہے کہ پنجاب کو کوئی مسئلہ نہیں اور وہ مساوات اور بھائی چارے کی بات کرتا ہے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ پنجاب 1991ء کے پانی کی تقسیم کے سمجھوتے کو کیوں نہیں مان رہا؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیراعلیٰ پنجاب

عبوری دور میں ہم نے ایسی کوئی صورتحال پیدا نہیں ہونے دی، مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ اس معاہدے پر عملدرآمد کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

سوال

بیگم گلزار ارائنڑ

ایم پی اے (W-157، پی ایم ایل-ایف)

تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب کبھی سندھ رجمنٹ بنائی گئی وہ صرف بورڈوں تک محدود رہی۔ اس وقت پاک فوج میں 70 ہزار سندھی موجود ہیں۔ لیکن رینجرز میں چپڑاسی کی آسامی کے لئے بھی بھرتی ہو تو پنجاب سے آدمی بھیجے جاتے ہیں۔ سندھ کے لوگوں کو ملازم کیوں نہیں رکھا جاسکتا؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

اس وقت میرا حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا رینجرز کے لئے خود سندھیوں کو بھرتی نہیں کیا جاتا۔ یہ ناانصافی ہے اور میں اس پر وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کو ذاتی خطوط لکھوں گا۔

سوال

مولانا عمر صادق

ایم پی اے (PS-90، کراچی-II، ایم ایم اے)

آپ نے عبوری دور میں عملاً کیا کیا؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

میرے عبوری دور میں نہ تو پانی کا کوئی مسئلہ تھا اور نہ ہی بلوچستان کو غلہ بھیجنے پر کوئی پابندی تھی۔

سوال

محترمہ شریف النساء

ایم پی اے (W-142، پی پی پی)

این ایف سی کے سلسلہ میں، یہ قابل ذکر امر ہے کہ محاصل کا 67 فیصدی ہمارے یہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ سندھ کے لوگوں کو ملازمتیں نہیں دی جاتیں بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگوں کو دے دی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کلرک بھی بیرون سندھ سے بھرتی کئے جاتے ہیں۔ جہاں سے سوئی گیس پیدا ہوتی ہے وہاں مقامی لوگوں کو اس میں ملازمتیں کیوں نہیں دی جاتیں؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

یہ سوال پہلے پوچھا جا چکا ہے اور میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ مقامی لوگوں کو ملازمتیں دی جانی چاہئیں۔

سوال

محترمہ حمیرا الوانی

ایم پی اے (W-143، پی پی پی)

کیا آپ تھل کینال کے حق میں ہیں؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

جی ہاں۔

سوال

حاجی پیر بخش جونیجو

ایم پی اے (PS-79، سانگھڑ-II، پی ایم ایل۔ایف)

آپ نے اتفاق رائے کی بات کی تھی، میں پوچھتا ہوں اتفاق رائے کیسے پیدا ہو؟

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

عمومی اتفاق رائے پیدا ہونا چاہئے۔ اس کے لئے مرکز اور صوبوں کے مابین اور خود صوبوں کے مابین مذاکرات ہوتے رہنے چاہئیں۔

سوال

حاجی پیر بخش جونیجو

ایم پی اے (PS-79، سانگھڑ-II، پی ایم ایل۔ ایف)

میرا خیال ہے صرف امریکہ ہی اتفاق رائے پیدا کر سکتا ہے۔ بصورت دیگر انتشار ہی رہے گا۔

سوال

جناب نصر اللہ خاں

ایم پی اے (PS-116، کراچی-XXVIII، ایم ایم اے)

پنجاب کے اکثریتی صوبہ ہونے کی وجہ سے دوسرے تینوں صوبے خود کو کمتر محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے دوسرے صوبوں سے تعلق رکھنے والے مختلف افسروں کا ذکر کیا، مگر میرے علم کے مطابق وہ بس گنتی کے چند لوگ تھے۔

جواب

جناب میاں منظور احمد وٹو

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب

دوسرے صوبوں کا احساس کمتری ختم کرنے کے لئے جمہوریت کو موثر بنانا چاہئے۔

تیسرا اجلاس

وفاقیت اور صوبائی خودمختاری پر ورکنگ سیشن

تیسرا اجلاس ورکنگ سیشن قرار دیا گیا تھا جس میں تمام اراکین اسمبلی گروپوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر گروپ میں مختلف سیاسی جماعتوں اور صنف کے لحاظ سے مختلف ارکان شامل تھے۔ گروپوں کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ وفاقی اور صوبائی خودمختاری پر اپنی الگ الگ سفارشات تیار کریں۔ ہر گروپ کو ریسورس پرسنز کی خدمات فراہم کی گئیں اور ہر گروپ کو اپنا گروپ لیڈر خود منتخب کرنا تھا۔ جس نے چوتھے اجلاس میں گروپ کی سفارشات پیش کرنا تھیں۔

چوتھا اجلاس

سفارشات

دو گروپوں کے لیڈروں نے اپنے گروپوں کی سفارشات پیش کیں۔ اس اجلاس کی صدارت اور نظامت کے فرائض سندھ اسمبلی کی ڈپٹی سپیکر محترمہ راحیلہ ٹوانہ نے سر انجام دیے۔

گروپ نمبر 1:

محترمہ نسرین جانڈیو

ایم پی اے (پی پی پی)

انہوں نے کہا کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صوبوں میں محاصل کی تقسیم ایک حساس اور متنازعہ مسئلہ ہے، اور اس مسئلہ سے صوبوں میں پہلے سے موجود احساس محرومی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کا حصہ ان محاصل کی بنیاد پر ہونا چاہئے جو اس صوبے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس سے پہلے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی بنیادی وجہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم تھی۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم منصفانہ اور پہلے سے موجود سمجھوتے کے مطابق ہونی چاہئے۔ دریائے سندھ پر کوئی نئے بیراج چاروں صوبوں کی اجازت کے بغیر نہیں بننے چاہئیں۔ اپنے گروپ کی رائے کا اظہار کرتے ہوئے مسز جانڈیو نے کہا کہ چاروں صوبوں میں کسی بھی مقام سے دریافت ہونے والا تیل، گیس اور کوئلہ نکالتے وقت مقامی مزدوروں اور ٹیکنیشنوں کو بھرتی کیا جانا چاہئے تاکہ وہاں ملازمتوں کے زیادہ مواقع پیدا ہوں اور اس قسم کے ذخائر کی آمدنی میں سے متعلقہ صوبے کو رائلٹی دی جانی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ سماجی ادارے ماضی کی طرح صوبائی حکومت کے ماتحت ہونے چاہئیں۔ ان اداروں سے متعلق تمام آرڈیننس اور ایکٹ صرف صوبائی حکومت کو جاری کرنے چاہئیں۔ تقسیم اختیارات صرف صوبوں سے مقامی حکومتوں تک ہی محدود نہیں ہونی چاہئے بلکہ مرکز سے صوبوں کو بھی اختیارات دیئے جائیں۔ وفاق کے پاس صرف دفاع، امور خارجہ اور خزانہ ہونے چاہئیں۔ دوسرے تمام اختیارات مرکز سے لے کر صوبوں کو دے دینے چاہئیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ پولیس بدستور صوبائی حکومت کے ماتحت رہنی چاہئے اور اسے مقامی حکومتوں کے سپرد نہیں کیا جانا چاہئے۔ وفاقی سروسز کے لئے تمام کوٹے ختم کر دیئے جائیں اور یہ آسامیاں آبادی کے تناسب سے صوبوں میں تقسیم کر دی جائیں۔

گروپ نمبر 2:
جناب انور احمد خاں مہر
ایم پی اے (پی پی پی)

انہوں نے کہا کہ سندھ اسمبلی کی قرارداد کے مطابق تمام محاصل صوبے وصول کریں اور اس کے بعد صوبے اپنی آبادی اور ترقی کے تناسب سے ان میں سے کچھ حصہ وفاقی حکومت کو دے دیں۔

انہوں نے کہا کہ پانی کی تقسیم 1991ء کے معاہدے کے مطابق ہونی چاہیئے۔ مزید برآں چونکہ تعلیم ایک صوبائی معاملہ ہے اس لئے تعلیم کے نظم ونسق اور کورسز اور نصابی کتب کے سلسلہ میں صوبے مکمل طور پر خودمختار ہونے چاہئیں۔ غیر ملکی اور ملکی وظائف صوبوں کے سپرد کئے جانے چاہئیں تاکہ وہ میرٹ پر تقسیم کر سکیں۔

اگر کوئی وفاقی محکمہ کسی صوبے میں کام کر رہا ہو تو اس کے 70 فیصدی ملازمین اس صوبے کے متعلقہ ضلع سے بھرتی کئے جانے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اصولی طور پر سرکاری کارپوریشنوں کے بورڈ آف گورنرز/ ڈائریکٹرز کی اکثریت متعلقہ صوبے کے افراد میں سے ہونی چاہیئے۔

آخر میں انہوں نے سفارش کی کہ تمام وفاقی ملازمتوں میں، خواہ وہ فوجی ہوں یا پارلیمانی یا سول، صوبوں کو آبادی کے تناسب سے حصہ دیا جانا چاہیئے۔

صدارتی کلمات

محترمہ راحیلہ ٹوانہ

ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی

انہوں نے اس ورکشاپ کے انعقاد پر جناب احمد بلال محبوب اور ان کے ادارے کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو ایسی ہی این جی اوز کی ضرورت ہے جو اس قسم کے اہم مسائل کو اجاگر کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ورکشاپ خاص کر صوبہ سندھ کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان سچے جذبے اور محنت کی بناء پر وجود میں آیا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ چار برسوں میں پاکستان کے سیاسی منظر نامے میں ایک فکری تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبائی اور مقامی حکومتوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جو تنازعات نظر آ رہے ہیں، ان کی وجہ یہ ہے کہ نچلی سطح پر کوئی موثر نظام نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خود مختاری کے لئے ذمہ داریوں کی تقسیم بہت اہم ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی وفاقی پالیسی یا صوبائی پالیسی نہیں بلکہ پاکستانی پالیسی اپنائی جانی چاہئے۔ قومی سلامتی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ انتہائی اہم ہے اور عدلیہ کی آزادی اور غیر جانبداری بھی اتنی ہی اہم ہے۔ انہوں نے جماعتی پالیسیوں میں نظم و ضبط اور چیک اینڈ بیلنس کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تنقید تعمیری ہونی چاہئے اور محض تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف ایک عظیم منتظم ہیں۔ خواتین کے مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ مردوں کے برابر ہیں اور مردوں اور خواتین کو ملک کے مفاد کے لئے مل کر کام کرنا چاہئے۔

پانچواں اجلاس

مقامی حکومت کے نظام کے اغراض و مقاصد

جناب دانیال عزیز

چیئرمین قومی تعمیر نو بیورو

جناب دانیال عزیز نے اپنی تقریر کا آغاز ماضی کے حوالے سے کیا اور کہا کہ ماضی میں بھی وفاقی نظام اور نظم ونسق کے سلسلہ میں شکایات موجود رہی ہیں۔ مزید برآں ہماری تاریخ میں ہر سیاسی معاملے پر اختلاف رائے رہا ہے۔ انہوں نے شرکاء سے کہا کہ وہ نظام کی کارکردگی کے سلسلے میں انہیں اپنی سفارشات بتائیں اور مسائل کی نشاندہی کریں تاکہ وہ متعلقہ حلقوں میں ان کا کیس پیش کرسکیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کی نافذ کردہ اصلاحات کا ایوب دور یا ضیاء دور کی اصلاحات سے موازنہ کرنا ناانصافی ہوگی کیونکہ ان کی اصلاحات کے ساتھ سیاسی اغراض وابستہ تھیں اور وہ اپنے سیاسی مفادات کو تقویت دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ برطانوی حکومت سمیت کسی حکومت نے نظام میں ایسی بنیادی اصلاحات نہیں کیں، چاہے وہ 1861ء یا 1914ء یا 1935ء کا ایکٹ ہو یا آزادی کے بعد کے دور کی کوئی اصلاحات ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا نظام حکومت برطانوی دور والا ہی رہا اور نظام اختیارات اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی کمشنر، کمشنر یا چیف سیکرٹری کے ہاتھوں میں رہے۔ منتخب نمائندے خواہ اراکین صوبائی اسمبلی ہوں یا مقامی کونسلر اپنے مسائل کے حل کے لئے ڈپٹی کمشنر کی طرف ہی دیکھتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام فیصلے عوام کے منتخب نمائندوں کے بجائے افسر شاہی کرتی رہی۔

جناب دانیال عزیز نے کہا کہ ماضی میں ڈپٹی کمشنروں کے پاس سیکرٹ فنڈ ہوتے تھے،

اب ان کی جگہ ضلع ناظموں نے لی ہے تو یہ فنڈ ناظموں کو ملنے چاہئیں، اس تجویز نے ایک بلند آہنگ بحث کو جنم دیا اور یہ پتہ چلا کہ اس فنڈ کے اخراجات کی تفصیل ایک رجسٹر میں درج ہوتی تھی جو ''ڈبل لاک'' میں رکھا جاتا تھا۔ ان رجسٹروں کا مطالعہ کیا گیا تو تفاصیل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ فنڈ کسی فلاحی کام کے لئے صرف نہیں ہوتے تھے۔

انہوں نے کہا اس کے برعکس ہم نے بنیادی تبدیلیاں کی ہیں اور اب اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے پاس ہیں۔ انہوں نے کہا یہ کہنا سادگی ہوگا کہ ''نظام سارے ہی اچھے ہوتے ہیں، فرق صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جو نظام کو چلاتے ہیں''۔ انہوں نے کہا کہ یہ جملہ افسر شاہی کا چھوڑا ہوا ہے اور اگر یہ واقعی سچ ہوتا تو پھر ہم نے بادشاہت کا قلاوہ کیوں اتار پھینکا؟

جناب دانیال عزیز نے کہا کہ ہم ہمیشہ سے یہی سنتے آئے ہیں کہ افراد کی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور جب تک نظام تبدیل نہیں ہوگا، بات نہیں بنے گی اور اب جب کہ نظام تبدیل کیا گیا ہے تو وہی نقاد اب کہتے پھر رہے ہیں کہ نظام تو تبدیل ہو گیا ہے مگر چلانے والے تو وہی لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم جو بنیادی تبدیلیاں لائے ہیں ان سے ووٹروں میں ایک امید کی کرن پھوٹی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ووٹروں کی توقعات پر پورا اترنا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں ان کو اچھی قیادت فراہم کرنا ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ پورے نظام پر کڑی نگاہ رکھنا اشد ضروری ہے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ جمہوری عمل اداروں پر مضر اثرات مرتب نہ کرے کیونکہ ماضی میں یہ بات مشاہدے میں آتی رہی کہ سیاستدان اپنے اختیارات اور قومی دولت کا ناجائز استعمال کرتے تھے۔

انہوں نے کہا کہ جمہوریت بجائے خود منزل نہیں، بلکہ یہ تو سچائی کو بروئے کار لانے کے لئے ایک عمل کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا نصب العین ڈھانچے کھڑے کرنا ہے لیکن اگر کچھ لوگ ان نوتعمیر شدہ ڈھانچوں کو پھر سے تباہ کرنے کے درپے ہیں تو یہ قومی تباہی کا راستہ ہوگا اور کم از کم وہ تو اس میں فریق نہیں بنیں گے۔

مقامی حکومتوں کے نظام میں عملی مسائل

جناب شاہ محمود قریشی

رکن قومی اسمبلی وسابق ضلع ناظم ملتان

جناب شاہ محمود قریشی نے اتنی عمدہ ورکشاپ کے انعقاد پر پلڈاٹ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے سیاسی نظام میں پائی جانے والی کمزوریوں کی نشاندہی کے لئے ایسی ورکشاپ ازحد ضروری تھی۔ قومی سطح پر ایل ایف او کی بحث کے منظر عام پر آنے کے بعد مقامی حکومتوں کے متعلق بھی یہ بحث چھڑ گئی کہ چھٹا شیڈول ہونا چاہئے یا نہیں۔ صوبائی حکومتوں کی طرف سے احتجاج اور تنقید کے نتیجہ میں بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ وزیراعظم کی صدارت میں کمیٹیاں تشکیل دی جائیں، جن میں صوبائی وزرائے اعلیٰ بھی شریک ہوں اور یہ کمیٹیاں پورے نظام کا ازسرنو جائزہ لے کر سفارشات پیش کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ فیصلہ کرلیا گیا ہے کہ ان کمیٹیوں نے جائزہ لے کر سفارشات پیش کرنا ہیں تو ظاہر ہے این آر بی کا بھی جائزہ لینا ہوگا اور یہ نظام گزشتہ تین سال سے موجود ہے۔ یہ آخری سال ہے اور 2005ء میں نئے انتخابات ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی کمزوریوں اور کامیابیوں کا بغور جائزہ لینا ہوگا تاکہ ہم اپنی اصلاح کرسکیں۔ اب بھی ایک طبقہ موجود ہے جو ان اصلاحات سے ناخوش ہے۔ انہیں اس بات کا دکھ ہے کہ جن اختیارات سے وہ مستفیض ہورہے تھے وہ ان سے چھین لئے گئے ہیں، اور وہ یہ اختیارات دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں چوکنا رہنا چاہئے کہ یہ لوگ دوبارہ قابض نہ ہوجائیں اور این آر بی کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ سابقہ نظام سے اچھے نتائج سامنے نہیں آرہے تھے اور نیا نظام اس سے بدرجہا بہتر ہے، لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات حکومتی جماعت بھی بعض غلطیوں کا ارتکاب کرسکتی ہے جس کے متعلق اسے محتاط رہنا چاہئے۔

سوالات وجوابات/ اظہار رائے

سوال

محترمہ فرحین مغل

ایم پی اے (W-136، پی پی پی)

شاہ محمود قریشی صاحب نے امن وامان کی صورتحال، پولیس کے نظام اور سیفٹی کمیشنوں کے سلسلہ میں بات کی مگر امن وامان کا نظام آج بھی اتنا کمزور اور غیر موثر ہے کہ آج بھی غریب لوگوں کی اس تک رسائی نہیں ہے۔ ڈی سی او اپنے سیاسی مقاصد کے تحت اپنا نظام لاتا ہے اور اگر ناظم کا تعلق ''کنگز پارٹی'' سے نہ ہو تو ڈی سی او اور ناظم میں کھینچا تانی جاری رہے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ عوام ہمیں اس لئے ووٹ دیتے ہیں کہ انہیں ہم سے کچھ توقعات ہوتی ہیں، لیکن اگر ہمیں اپنے فرائض ادا نہیں کرنے دیئے جاتے تو وہ ہمیں دوبارہ منتخب کیوں کریں گے؟ کیا صرف دو بل پاس کرنے کے لئے؟ انہوں نے اختیارات نچلی سطح تک منتقل کرنے کا بھی تذکرہ کیا مگر یہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہو سکا۔ ایل ایف او ایک دھوکا ہے۔ یہ صرف حکومت کا ایجنڈا پورا کرنے کے لئے ہے، جس سے اس کا اپنا مفاد وابستہ ہے۔ ایف آئی آر اور تفتیش الگ الگ کر دیئے گئے ہیں اور کسی کیس کو دن کی روشنی دیکھنا نصیب نہیں ہوتی۔ سیفٹی کمیشن کا نوٹیفکیشن گورنر جاری کرتا ہے جو ایک غلط طریق کار ہے۔ گویا اس نظام میں کوئی چیز بھی درست نہیں۔ کیا آپ اس کی کچھ وضاحت فرمائیں گے؟

جواب

جناب وسیم اختر

مشیر/ وزیر حکومت سندھ

جہاں تک سیفٹی کمیشن کا تعلق ہے، اس پر کام ہو رہا ہے۔ آپ نے جو معاملات اٹھائے ہیں میں وہ جناب آفتاب شیخ کے علم میں لاؤں گا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ یہ بدقسمتی ہے کہ ہمیں جو ڈی سی او اور ایس ایچ او دیئے گئے ہیں وہ حکومت نے چنے ہیں اور عوام کی امنگوں کی عکاسی نہیں کرتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی واقع ہوتی رہے گی۔ لوگ 55 سال پرانے آئین میں آج کے دور کے مطابق تبدیلیاں کر رہے ہیں۔ پرانے نظام کی اصلاح کے لئے ہی نیا نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اگر میں کسی جگہ سے منتخب ہوا ہوں تو میں اپنی مرضی کے ڈی سی او اور ایس ایچ او لے آؤں۔ یہ ایک غلط طرز عمل ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انشاءاللہ سیفٹی کمیشن بھی بہتر ہو جائیں گے۔ اصل میں افسر شاہی اور اداروں سمیت پورے نظام میں سیاست در آئی ہے۔

سوال

جناب حمید اللہ

ایم پی اے (PS-93، کراچی-V، ایم ایم اے)

میرا سوال چیئرمین قومی تعمیر نو بیورو جناب دانیال عزیز سے ہے۔ مقامی حکومتوں کے نظام میں بعض اختیارات صوبوں سے مقامی حکومتوں کو منتقل کئے جانا تھے جو بڑی حد تک کر دیئے گئے ہیں مگر جو اختیارات مرکز سے صوبوں کو دیئے جانا تھے، وہ ابھی تک نہیں دیئے گئے۔ دوسری بات، جناب شاہ محمود قریشی نے سی سی بی کے متعلق بتایا کہ 25 فیصدی ترقیاتی فنڈ صوبوں کو دیئے جانا تھے مگر سندھ میں اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی قانون سازی نہیں ہوئی۔ تیسرے، امن وامان کی صورتحال سے متعلق فیصلوں کے اختیارات یا تو ڈپٹی کمشنر کے پاس تھے یا کمشنر کے پاس، اور وہ اپنے فیصلے پولیس کو بھیجتے تھے مگر اب امن وامان کی صورتحال ناظم کی ذمہ داری ہے، جن کا نچلی سطح تک رابطہ تو موجود ہے مگر پولیس کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ نہیں جس کی وجہ سے مسائل حل نہیں ہو پا رہے۔ این آر بی نے اس سلسلہ میں کیا کیا ہے؟ سندھ کے لئے مختص فنڈ اسے کبھی نہیں دیئے جاتے۔ سندھ میں ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں ہسپتال اور سکول تو موجود ہیں مگر ان میں عملہ نہیں ہے، کیونکہ ضلعی حکومت بے اختیار ہے۔

سوال

جناب نصر اللہ خاں

ایم پی اے (PS-116، کراچی-XXVIII، ایم ایم اے)

پہلی بات تو یہ ہے کہ سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس جو پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے، محض افسر شاہی کی خواہشات کی عکاسی کرتا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ کے ڈی اے/ ڈی اے/ ایم ڈی اے کے ایکٹ منسوخ کئے جا چکے ہیں۔ واٹر اینڈ سیوریج بورڈ ایکٹ یا جو ایکٹ کے سی بی اے سے متعلق تھے وہ منسوخ نہیں کئے گئے۔ سٹی گورنمنٹ جو تقسیم اختیارات کے منصوبے کی روح تھی، نچلی سطح تک تقسیم ہونا چاہئے تھی۔ یہ بحث ابھی جاری ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جائے۔ دوسرے، آپ نے سٹی گورنمنٹ کا نظام یا تو کونسل کے لحاظ سے مرتب کیا ہے یا ٹاؤن کے لحاظ سے۔ مگر کراچی میں جو نظام موجود ہے وہ ابھی تک پانچ اضلاع کی بنیاد پر ہے اور ڈپٹی کمشنروں یا سب ڈویژنل مجسٹریٹوں کے پاس جو اختیارات تھے وہ مقامی حکومتوں کے نظام میں ختم ہو گئے ہیں اور عوام ابھی تک سراسیمہ پھر رہے ہیں۔ تیسرے، تمام خدمات سٹی گورنمنٹ کے سپرد کر دی گئی ہیں۔ ڈی ایم جی گروپ اور کے ایم سی گروپ سٹی گورنمنٹ کے ماتحت ہیں اور ان کا رویہ بدستور پہلے والا ہی ہے۔ میری گزارش ہے کہ پرائس کنٹرول کا معاملہ ڈی سی او کے سپرد ہے اور سٹی ناظم کے پاس اس سلسلہ میں کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ پہلے جو اختیارات کمشنر کے پاس تھے اب ڈی سی او کو دے دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح ڈومیسائل کے سلسلہ میں کراچی میں پانچ اضلاع تھے۔ آج وہ تمام اختیارات ڈی سی او کے پاس ہیں اور شہریوں کے کمیونٹی بورڈوں کے قوانین کی کبھی وضاحت نہیں کی گئی۔

سوال

جناب انور احمد خاں مہر

ایم پی اے (PS-2، سکھر-II، پی پی پی)

کیا جاگیرداری نظام میں موجودہ طرز فکر میں تبدیلی ممکن ہے؟

جواب

جناب شاہ محمود قریشی

رکن قومی اسمبلی و سابق ضلع ناظم، ملتان

میرے خیال میں لوگوں کے طرز فکر میں تبدیلی کا بہترین ذریعہ تعلیم ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ جہاں کہیں آگہی اور تعلیم کی سطح بلند ہے، جاگیرداروں کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور جہاں تعلیمی سطح کم ہے وہاں جاگیرداروں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔

سوال

جناب انور احمد خاں مہر

ایم پی اے (PS-2، سکھر-II، پی پی پی)

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ضلعی حکومت کے لئے مالی اختیارات بہت ضروری ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوبے کے بعض اختیارات ضلع کو منتقل کر دیئے گئے

ہیں مگر مرکز سے نہ تو صوبوں کو اختیار منتقل کیا گیا اور نہ ہی ضلعوں کو۔ چنانچہ ہمارے ملک میں تمام مالی اختیارات اس وقت مرکز کے پاس ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مرکز اپنے بعض اختیارات صوبوں یا اضلاع کو دے دے گا؟

جواب

جناب شاہ محمود قریشی

رکن قومی اسمبلی وسابق ضلع ناظم، ملتان

تقسیم اختیارات کے منصوبے کا اعلان کرتے وقت حکومت نے کہا تھا کہ اختیارات نچلی سطح تک منتقل کئے جائیں گے اور مرکز سے صوبوں کو اختیارات منتقل کئے جائیں گے۔ پہلے حصے پر تو عمل کیا گیا مگر دوسرے کو فراموش کر دیا گیا۔ جہاں تک مالی اختیارات کا تعلق ہے۔ اس کا فیصلہ قومی مالیاتی کمیشن کو آپ کی دی ہوئی Terms of Reference کے مطابق کرنا چاہئے مثلاً کسی صوبے کو محاصل میں سے کتنا حصہ دیا جائے گا؟ جب یہ مجموعی پول قابل تقسیم پول میں تبدیل کر دیا جائے گا تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔

سوال

جناب انور احمد خاں مہر

ایم پی اے (PS-2، سکھر-II، پی پی پی)

ماضی میں ملازمتوں کے لئے فہرستیں بنائی جاتی تھیں مگر اب ریلوے اور پی آئی اے کے لئے یہ فہرستیں نہیں بنائی جاتیں۔ اس پر نگاہ رکھنے کے لئے آپ نے کیا اقدامات کئے ہیں؟

جواب

جناب دانیال عزیز

چیئرمین قومی تعمیر نو بیورو

جہاں تک سی سی بیز کا تعلق ہے، ہم جانتے تھے کہ ضلعی حکومتوں کو سی سی بیز کے ذریعے ترقی نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے ہاں سیاست کے جو رنگ ڈھنگ ہیں ان میں اختیارات مقامی سطح پر منتقل نہیں کئے جا سکتے۔ اگرچہ 25 فیصدی رقوم ترقیاتی بجٹ کے لئے رکھی گئی تھیں مگر یہ کبھی استعمال میں نہیں آئیں اور اگلے سال میں جمع ہوتی رہیں۔ جہاں تک ڈی ایم جی کی اسامیوں اور صوبائی خودمختاری کا تعلق ہے تو ڈی ایم جی تو آئین کے بھی خلاف ہے۔ آرٹیکل 240، 241 میں کہا گیا ہے ''صوبے اپنے معاملات سے متعلق اسامیاں تخلیق کر سکتے ہیں اور مرکز اپنے معاملات سے متعلق اسامیاں تخلیق کرے گا، ماسوائے آل پاکستان سروسز کے۔ جہاں تک فہرستوں کا تعلق ہے، کوششیں اب بھی جاری ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ نظام میں بعض تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

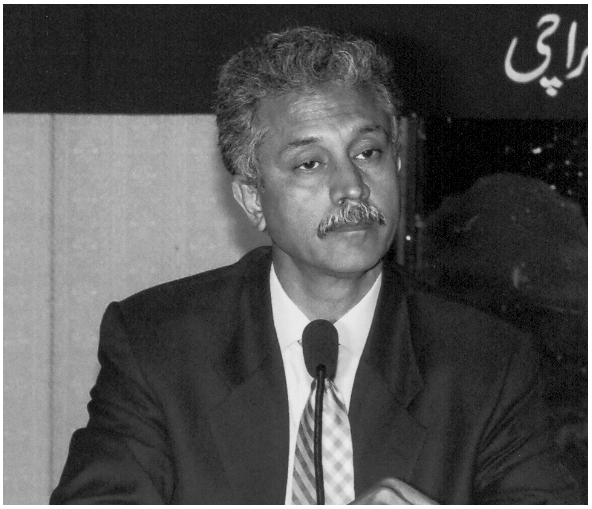

صدارتی کلمات

جناب وسیم اختر

مشیر/ وزیر حکومت سندھ

جناب وسیم اختر نے کہا کہ اس ورکشاپ میں حکومت اور سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس سے متعلق تمام نکات اور تجاویز زیر بحث آئیں۔ یہ ایک نیا نظام ہے اس لئے ابھی بہت سی مشکلات درپیش ہیں۔ میرے اپنے دفتر میں حکومت اور این آر بی کے ساتھ ان مسائل پر غور کیا جاتا ہے۔ ہر شعبہ زندگی سے لوگ ہمیں تجاویز بھیجتے ہیں اور ہم یہ تجاویز این آر بی کو بھیج دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پرانا نظام سیاست تبدیل کرنا ہے۔ انہوں نے کہا تنقید کرنا بہت آسان ہے مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ نظام میں عملاً اصلاح کیسے کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو جماعتی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر اپنے صوبے کے لئے اتفاق رائے سے کوئی تعمیری کام کرنا چاہئے۔

ضمیمہ الف

ورکشاپ کا پروگرام

ورکشاپ کا پروگرام

سوموار 16 فروری 2004ء

نمبر	موضوع	وقت	مقرر
1۔	رجسٹریشن	9:00 تا 10:00 صبح	
2۔	افتتاحی اجلاس صدر نشین: **جناب سید مظفر حسین شاہ، سپیکر سندھ اسمبلی**		
	تعارفی خطاب	10:00 تا 10:15 صبح	جناب احمد بلال محبوب، ایگزیکٹو ڈائریکٹر پلڈاٹ
	وفاقیت کا ایک جائزہ: وفاق اور صوبوں کے مابین اور صوبوں کے آپس میں تعلقات	10:15 تا 11:15 صبح	پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار
	سوالات و جوابات/ اظہار رائے	11:15 تا 12:15 سہ پہر	
	صدارتی کلمات	12:15 تا 12:30 سہ پہر	
3۔	وقفہ برائے نماز و کھانا	12:30 تا 01:30 سہ پہر	
4۔	دوسرا اجلاس مہمان خصوصی و صدر نشین: **جناب میاں منظور احمد وٹو** سابق وزیر اعلیٰ پنجاب **صوبائی خود مختاری پر صوبوں کا موقف**		
		01:30 تا 02:00 سہ پہر	<u>بلوچستان</u> سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بی این پی۔ ایم
	سوالات و جوابات/ اظہار رائے	02:00 تا 02:30 سہ پہر	
		02:30 تا 03:00 سہ پہر	<u>سندھ</u> ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو، مورخ و رکن صوبائی اسمبلی
		03:00 تا 03:30 سہ پہر	<u>پنجاب</u> جناب میاں منظور احمد وٹو، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب
	سوالات و جوابات/ اظہار رائے	03:30 تا 04:30 سہ پہر	
5۔	تیسرا اجلاس **وفاقیت اور صوبائی خود مختاری پر ورکنگ سیشن**	04:30 تا 05:45 شام	

نمبر	موضوع	وقت	مقرر
6۔	چوتھا اجلاس صدر نشین: **محترمہ راحیلہ ٹوانہ، ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی** **سفارشات** گروپ نمبر 1: **محترمہ نسرین چانڈیو، ایم پی اے، پی پی پی** گروپ نمبر 2: **جناب انور احمد خاں مہر، ایم پی اے، پی پی پی**	**05:45 تا 06:00 شام**	
	صدارتی کلمات	**06:00 تا 06:15 شام**	

منگل 17 فروری 2004ء

نمبر	موضوع	وقت	مقرر
8۔	پانچواں اجلاس صدر نشین: **جناب وسیم اختر مشیر/ وزیر حکومت سندھ**		
	مقامی حکومتوں کے نظام کے اغراض و مقاصد	**11:00 تا 11:40 صبح**	جناب دانیال عزیز، چیئرمین قومی تعمیر نو بیورو
	مقامی حکومتوں کے نظام میں عملی مسائل	**11:40 تا 12:10 دوپہر**	جناب شاہ محمود قریشی، ایم این اے، سابق ناظم ضلع ملتان
	سوالات و جوابات/ اظہار رائے	**12:00 تا 01:10 دوپہر**	
	صدارتی کلمات	**01:10 تا 01:25 دوپہر**	
9۔	وقفہ برائے نماز و کھانا	**01:25 تا 02:30 دوپہر**	
10۔	چھٹا اجلاس صدر نشین: **جناب شاہ محمود قریشی، رکن قومی اسمبلی و سابق ضلع ناظم، ملتان** **عملی شرکاء کا موقف** **اراکینِ صوبائی اسمبلی اور ناظمین: مسائل اور راہِ عمل**	**02:30 تا 04:30 سہ پہر**	

نمبر	موضوع	وقت	مقرر
	ناظمین		محترمہ فریال تالپور، ضلع ناظم نواب شاہ جناب نعمت اللہ خان، سٹی ناظم کراچی جناب مسرور احمد خان جتوئی، ضلع ناظم نوشہرو فیروز
	اراکین صوبائی اسمبلی		محترمہ نسرین چانڈیو، ایم پی اے، پی پی پی جناب نصر اللہ خان، ایم پی اے، ایم ایم اے جناب محمد ادریس صدیقی، ایم پی اے، ایم کیو ایم
	ناظم اجلاس کی طرف سے مکالمے پر تبصرہ	04:30 تا 04:45 سہ پہر	
11۔	ساتواں اجلاس صدر نشیں: جناب سید مظفر حسین شاہ سپیکر سندھ اسمبلی		
	مباحث سے اخذ کردہ نتیجہ	04:45 تا 05:15 شام	پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، ممتاز دفاعی و سیاسی تجزیہ نگار
	اختتامی کلمات	05:15 تا 05:30 شام	جناب سید مظفر حسین شاہ، سپیکر سندھ اسمبلی
12۔	چائے ورکشاپ کا اختتام	05:30 شام	

ضمیمہ ب

شرکاء کی فہرست و خاکہ

شرکاء کی فہرست

1	انور احمد خان مہر ، PS-2	پی پی پی
2	فیض محمد مہر، PS-10	پی ایم ایل (کیو)
3	سردار جام تماچی، PS-28	پی پی پی
4	نجم الدین ابڑو ، PS-42	پی پی پی
5	میر محمد حسن خان تالپور ، PS-55	پی پی پی
6	سید مظفر حسین شاہ، PS-69	پی ایم ایل (ایف)
7	حاجی پیر بخش جونیجو ، PS-79	پی ایم ایل (ایف)
8	مولانا عمر صادق ، PS-90	ایم ایم اے
9	حافظ محمد نعیم، PS-91	ایم ایم اے
10	حمید اللہ ، PS-93	ایم ایم اے
11	محمد ادریس صدیقی ، PS-103	ایم کیو ایم
12	عرفان اللہ خان مروت ، PS-114	این اے
13	نصر اللہ خان ، PS-116	ایم ایم اے
14	محمد یونس بارائی، PS-126	ایم ایم اے
15	حمیدہ کھوڑو، W-131	پی ایم ایل (کیو)
16	سعیدہ ملک، W-132	پی ایم ایل (کیو)
17	فریدہ بلوچ، W-133	پی ایم ایل (کیو)
18	مہرین رزاق، W-135	پی پی پی
19	فرحین مغل، W-136	پی پی پی
20	فریحہ رزاق ہارون، W-137	پی پی پی
21	نسرین چانڈیو، W-141	پی پی پی
22	شریف النساء، W-142	پی پی پی
23	حمیرا الوانی، W-143	پی پی پی
24	سیدہ بانو صدیق، W-144	پی پی پی
25	کلثوم نظامانی، W-146	ایم ایم اے
26	شمیم آراء پنہاور، W-145	پی پی پی
27	سکینہ بانو، W-147	ایم ایم اے

شرکاء کی فہرست

28	رانی عنبرین جان، W-154	این اے
29	راحیلہ ٹوانہ، W-155	این اے
30	بیگم گلزار انڑ، W-157	پی ایم ایل (ایف)
31	نائلہ انعام، W-158	پی ایم ایل (ایف)

شرکاء کا خاکہ

جماعتوں کے لحاظ سے نمائندگی

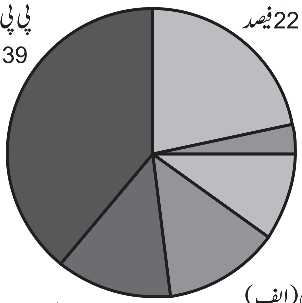

جماعت	ورکشاپ میں شرکت		اسمبلی میں فیصد تناسب
	تعداد	فیصد	
ایم ایم اے	7	22	6
ایم کیوایم	1	3	24
این اے	3	10	9
پی ایم ایل (ایف)	4	13	8
پی ایم ایل (کیو)	4	13	9
پی پی پی	12	39	40
ٹوٹل	**31**	**100**	

جنس کے لحاظ سے نمائندگی

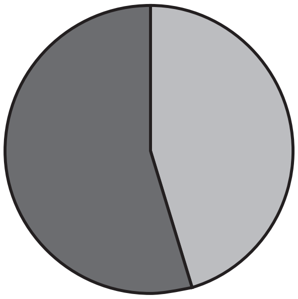

جنس	ورکشاپ میں شرکت		اسمبلی میں فیصد تناسب
	تعداد	فیصد	
مرد	14	45	80
خواتین	17	55	20
ٹوٹل	**31**	**100**	**100**

ضمیمہ ج

جناب احمد بلال محبوب

ایگزیکٹو ڈائریکٹر پلڈاٹ کی پریزنٹیشن

Workshop for Members of the Sindh Assembly

Federal, Provincial and Local Governments

Demarcation of Roles, Issues and Possible Solutions

February 16-17, 2004, Karachi

Welcome Remarks & Introduction

6

Welcome!

- Please Check out Contents of the Dossier.
- A Briefing Paper included in the Dossier
- Please fill Feedback Form/Questionnaire
- Please fill Data Form
- Please ask Brief Questions
- Comments of 2 minutes duration or less

7

The Programme Overview

- This is not a seminar or a *Jalsa*; A serious effort to learn from each other
- First Session: Federation-Provincial & Inter Provincial Relations
- Second Session: Provincial autonomy
- Third Session: Working Session on Federal & Provincial Autonomy

8

The Programme Overview

- Fourth Session: Reports by the Working Groups
- Fifth Session: Local Government System
- Sixth Session: Perspective of Practical Players; MPAs and Nazims; Issues and Options
- Seventh Session: Presentation of Group Reports

9

Objectives

- To provide a better understanding
- Dialogue between the stake holders
- Deliberations to resolve the issue

10

Why we hold Workshops for Legislators?

- To empower legislators (Knowledge is power)
- To see Parliamentarians participating in policy-making & oversight of the Executive (Supremacy of Legislature)
- To see Democracy and Democratic Institutions strengthened in Pakistan

11

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

What is PILDAT?

- Independent, Non-profit, Research & Study institute
- Indigenous entity well-versed in local conditions
- Strictly Non-partisan: Values trust of all parties
- Dedicated to Parliamentary Strengthening
- Mission: Strengthening Democracy & Democratic Institutions for a better Pakistan
- PILDAT joined PLSC for SNPLG

12

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

Who Funds PILDAT?

- Seed money by Overseas Pakistanis
- Pilot project funded by UNDP
- Seek and accept support from all sources without any covert or overt strings (Pure PILDAT Agenda)
- So far events are supported by UNDP, FNS, FES, DFID, The World Bank, IRI etc.
- Now several PILDAT events supported by USAID

13

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

What is PLSC?

- Consists of 2 International & 5 Pakistani Org.
- International Org: WV & IFES
- Pakistani Org:
- PILDAT: Legislative Training
- The Researchers: Heads CSAG & Sindh Chapter
- CCHD: Heads Punjab Chapter
- IRDO: Heads Balochistan Chapter
- AWARD: Heads NWFP Chapter

14

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

What is SNPLG Project?

- Strengthening National & Prov Legislative Gov
- Started 29th Sep 03, Duration: 3 Years
- Components:
  - Legislative Training
  - Civil Society Action
  - Legislative Transparency
  - Research & Media

15

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

Some Recent Activities of PILDAT

- **Briefing Session – The WTO Regime and Implications for Pakistan**
- **Workshop on Federal Budget Process for Parliamentarians**
- Workshop on Federal, Provincial and Local Government for Parliamentarians
- Workshops on Federal Budget Process **for Parliamentarians**

16

PILDAT
Pakistan Institute of Legislative Development And Transparency

Near-future Activities

- Workshops on Budget Process
- Briefing Session on Pakistan India Relations
- Workshops on Committee System
- **Briefing Session** on "SAFTA"

17

ضمیمہ د

پروفیسر ڈاکٹر حسن عسکری رضوی

ممتاز دفاعی وسیاسی تجزیہ نگار کا پیپر

FEDERALISM

Major IssuesTalking Points
by
Dr. Hasan Askari

FEDERATION can be defined as a political union of diverse elements, interests and identities. They see the advantage of becoming member of a bigger political union but also want to maintain their separate identity. The advantages of creating a bigger political entity include political, diplomatic, economic and security.

In a federation, power is divided between a national government and two or more regional governments, each of which is legally supreme within a defined sphere. An overall constitutional framework ensures interdependence and autonomy. The U.S., Switzerland, Australia, Canada, West Germany, Nigeria an India are examples of federal system of government.

It reflects three characteristics: Unity and diversity
Shared rule and regional/local rule
Two sets of governments, each with a defined domain

How federations are Created?

1.Aggregation of formally separate states, USA, Switzerland

2.Grant of Autonomy o the units of an already existing state. A movement from unitary to federal system.

3.A colonial authority gradually creates a federation through devolution, decentralization and grant of autonomy to smaller units i.e. British India.

Federations and other systems:

1.Unitary Systems: All power and authority is concentrated in the national government. It can assign some power and authority to sub-national and regional governments but there is no constitutional guarantee for their powers. Their powers depend on the pleasure of the national parliament. The U.K. and Bangladesh are two well known examples. However, there is a growing tendency in many unitary states to grant more power and authority to sub-national governments. A regional or sub-national legislature may also be established. Sri Lanka is a unitary state but it is working towards increasing the position and powers of provinces.

2.Federal System: Distribution of powers between the national and the sub-national governments with a constitutional guarantee. The present brief focuses on federal system of government.

3.Confederation: A confederation is a weak political union or organization of sovereign states. The constituent units have sovereign and independent status but they create a joint administrative organizational system to look after limited and clearly defined functions. A confederal authority generally lacks powers of taxation, law making and enforcement. CONFEDERATION IS NOT A STTE BUT AN ORGANIZATION OR UNION OF SOVEREIGN STATES. Examples: USA (1781-1789), Switzerland

(moved from confederation to federation). The historical trend is a movement from confederation to federation.

4.Regional Unions: The states of a region increase intra-region cooperation and interaction and create some regional level institution and processes. A regional union may drift between a confederation and federation. The European Union is a good example of a regional union. Some other regional economic cooperation groups like ASEAN may also move in this direction.

Pre-Requisites of a Federation:

1.A written Constitution, supremacy of the constitution.
2.Division of powers with constitutional guarantees.
3.Two sets of government with domains specified in the constitution
4.A participatory political system.
5.Processes and institution to facilitate inter-governmental collaboration for the areas of shared responsibilities.
6.Shared political goals and a positive experience of working together.

There is no ideal federation or a set formula to create a federation. Federal systems vary from country to country. The may also vary over time in the same country. However, a federal system must reflect the above conditions in theory and practice.

FEDERALISM IN PAKISTAN

Main Issues

Article 1 of the 1973 Constitution describes Pakistan as a FEDERAL REPUBLIC

The roots of federalism in Pakistan go back to the period of British rule in India, when the British gradually decentralized powers to provinces and ultimately proposed a federal system under the Government of India Act, 1935. The federal part of the constitution was not implemented. Only the provincial part was implemented after elections in 1937. The federal system was marked by strong centre with the Viceroy as the head, but the ultimate power was with the colonial authority based in London.

Pakistan fulfills the basic features of Federalism, i.e. a written constitution, division of powers with provincial autonomy, two sets the government, institutional infrastructure for dealing with shared goals, and participatory political processes.

Some provisions of the institution assign pre-eminence to the centre. At the operational level, the tendency is towards sustaining a centre. Pakistan can thus be described as a federation with strong centre. Some writers call it a Quasi-federal system.

Pakistan's Heritage

1. Federalism introduced by the British in India.
2. The Muslim League heritage of the demand for constitutional guarantees for the Muslims of British India, and federalism with autonomy for provinces.

3.A strong centre: A heritage from British India. This feature was incorporated in all Pakistani constitutions with necessary changes. The tradition of a strong centre continued in Pakistan at the operational level.

Structural Issues of Federalism in Pakistan

1. Geography
a. East and West Pakistan, 1947-71
Geographical distance, population, area and the locus of power

b. Diversity in West Pakistan
Ethnic, linguistic and administrative, 1947-71

c. Punjab with the present day Pakistan
Population and power concentration

2. Tradition of a strong centre
Repeated federal intervention in provincial affairs
This worked in favour of West Pakistan in the pre 1971 period, and in favour of the Punjab in the post-1971-Pakistan

Issues of representation, distribution of powers, provincial autonomy and constitution making.

3. The Security State model strengthened the centre.
Security against Indian threat and internal disorder.
Insecurity is built into Pakistan's psyche. This undermined the development of democracy

4.The unitary nation building model. The centre directed nationalism Unitary and monolithic model and denial of diversity.

5. Failure of democracy; constitutional and political breakdown
Lack of participatory institutions and processes.

6. Rise of the bureaucratic and military elite: Not committed to democracy
Guided or limited democracy

7. Military rule and martial Law
Unity of command and centralized management

8.Post-military rule institutions and processes
Strong shadow of the military makes it difficult for institutions and process to acquire autonomous role.

9. Weak and disorganized political parties
Restriction on the political processes
Absence of a democratic culture

10. The Political and economic experience:

Political experience did not strengthen confidence in federalism

Federal system must create a sense of confidence and trust among the constitution elements. Pakistan track record has generally been poor.

Major Issues of Federalism in Contemporary Pakistan

1.A powerful centre that does not let the provinces exercise powers assigned to them by the 1973 Constitution

iThe federal government exercising powers not assigned to it by the Constitution

ii.The need of review of the formula for distribution of powers between the centre and provinces

iii.Local government established directly by the federal government undermines the provincial entity which is a key unit of the administrative system. The centre has assigned powers to the centre which partly neutralize the role of provinces. The centre has not reduced its hold over power but reduced the clout of province over the affairs given to the local government.

2. Lack of financial autonomy
The provinces have limited sources of raising revenue. They depend on the federal government for getting their share from the federal government. Their share from the divisible pool has been reduced over the years.

3. The NFC Award: problem of evolving consensus on distribution of resources
Net Profit of electricity power generation
Natural Resources: Gas royalty

4. River Water Resource: Formula for sharing water by the provinces.
Kalabagh Dam (KBD), Greater Thal Canal (GTC)

If the working of federalism generates positive political experience, it promotes mutual accommodation and trust and strengthens federalism.

DISTRIBUTIONS OF POWER FORMULAS

The 1956 Constitution

Three lists of subjects: Central, Provincial and concurrent

Federal government was assigned 30 items against 61 under the first Interim Constitution of 1947

Provincial governments were assigned 94 subjects as compared to 55 subjects allocated to provinces in the first Interim Constitution of 1947

Concurrent List included 19 items like scientific and industrial research, price control, inter provincial migration

The 1962 Constitution

One list of subjects Central list with 49 items.
However other features of the Constitution like a strong president under the Presidential system, weak Legislature and a Provincial government established with the approval of the President gave enormous powers to the federal government.

The 1973 Constitution

Two list of subjects: Federal and Concurrent

Federal List:	First Part:	59 items
	Second Part:	8 items

Concurrent List: 47 items

ضمیمہ ر

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ

بی۔این۔پی۔ایم، کی پریزنٹیشن

BALOCHISTAN

Provincial Autonomy

FEDERAL PROVINCIAL RELATIONS

Senator Sana ullah Baloch

BALOCHISTAN
POLITICALY DIVIDED IN TO THREE STATES (P.I.A)

STATE	AREA
• PAKISTAN	3,47,188. Sq Km
• IRAN	280,000. Sq Km
• AFGHANISTAN	64,000. Sq Km

BALOCHISTAN
PAKISTAN

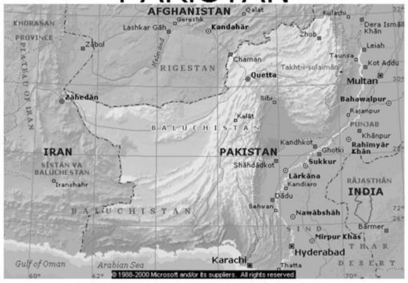

TOTAL AREA 3,47,188. Sq Km
It's larger then Punjab and Sindh combined

Baluchistan – Iran TOTAL AREA 280,000. Sq Km

BALOCHISTAN
AFGHANISTAN

TOTAL AREA 64,000. Sq Km

BALOCHISTAN
Geo-Strategic Importance

- 44% of Pakistan
- 770 Km long coast line
- Produce 56% Natural Gas
- 49% of the total livestock exists in Balochistan
- Sea trade since rise of imperialism.
- Strategic depth.
- Oil & Gas pipe line.

BALOCH-PAKISTAN RELATION-1947-48

- 3RD JUN 1947 Indian Independence Act
- August 12, 1947, the establishment of Independent Balochistan (Kalat) was announced.
- Agreement signed on 4th August, 1947 and announced on 11th August 1947. b/w British Government, Kalat State, & Government of Pakistan (proposed).
- Pakistan's pressure on Khan of Kalat for merger
- Khan referred the matter to the Baloch Parliament (Upper & Lower House)

Continue....

- Both the Houses rejected the merger proposals in their meetings held on December 14, 1947 and January 4, 1948 respectively.
- Lower House again rejected the idea in its meeting held on February 25, 1948.
- March 17, 1948, integral parts of Ka1at unlawfully annexed in to Pakistan (Kharan, Makran and Lasbella)
- March 27, 1948, the annexation of Kalat State with Pakistan by the Khan of Kalat.
- This was in clear violation **of the constitution of Kalat and the decisions of Baloch Parliament.**

Military Operations against **BALOCHISTAN-1958-60**

- Imposition of "ONE UNIT" & Opposition of Balochistan.
- **October 6, 1958** Pakistan Army arrested Khan of Kalat killed more then 20 Baloch innocents outside the Khan Palace.
- **October 7, 1958** 1st martial Law proclaimed by M.G Iskandar Mirza.
- **In 1960**, the Government launched a full-fledged military operation & setup special military courts.

Continue.......

- Naoroz Khan, ninety year old Leader of Baloch resistance moment and 5 members of his family awarded capital punishment.
- 1960, they were executed in Sukkur jail.
- Continuous military operation against Marri, Mengal tribal and political activist of Balochistan during through out period of Ayub khan.

After Bengal
Military Aggression Against Balochistan

- **February 6, 1973** Federal government troops sent to Balochistan
- **February 10, 1973** Arms recovered from Iraqi Embassy in Islamabad
- **February 12, 1973** Bhutto dismissed Balochistan government and imposed emergency, banned the NAP
- Full-fledge Military operation against people of Balochistan during **1973 to 1977**
- Baloch suffered **50,00. casualties** and Military suffered some **3,500 casualties**.

Constitutional History & Provincial Autonomy

		CONSTITUTIONS 1956	1962	1973
1.	Federal Legislative List	30	One Unit	67
2.	Provincial Legislative List	95	//	X
3.	Concurrent Legislative List	19	//	47

National Finance Commission

- Article 160 of 1973 Constitution
- Distribution of Revenues b/w Federation & Provinces
- President **Shall** constitute a N F C, not exceeding 5ys
- NFC shall make recommendation to the President
- NFC recommendations together with an explanatory memorandum shall be laid before both Houses and PA's

LAST NFC

- **Constituted on 23 July, 1995**
- **Award given April, 1997**
- **Present Award exceeded from 5ys**
- **Two Federal Budgets announced without NFC**

Features of Last NFC Award

FEDERAL	PROVINCES
62.5%	37.5%
Inter Provincial Ratio	
Punjab	57.88%
Sind	23.28%
NWFP	13.54%
Balochistan	5.30%

Natural Gas Baloch Deprivation

Royalty on Gas = 12.5% of Well Head Price

BALOCHISTAN		SINDH		PUNJAB	
374,161 MCFT/Y		479,370 MCFT/Y		70,227 MCFT/Y	
GAS FIELD	Rs/MMBTU	GAS FIELD	Rs/MMBTU	GAS FIELD	Rs/MMBTU
SUI	25.62	QADIRPUR	137.86	PUNJPIR	190.97
PIRKOH	75.82	KANDANWARI	181.26	RATANA	188.06
LOTI	75.82	BADIN BLOCK	108.61	DHODAK	77.77
UCH	190.8	MARI	12.65	PARIWAL	138.65

SUI; 277035 30% OF TOTAL PRODUCTION

TOTAL COUNTRY; 923,758

Natural Gas Baloch Deprivation

- 1986 Quetta received Gas.
- 80% of Balochistan is still deprived.
- 1973 Constitution Guarantee Article 158"
- Royalty and GDS Liabilities on Federal Government 20 billion $.

Representation in Armed Force

- Refused to accommodate 60% Bengali population in Armed Forces.
- 1956 Constitution no provision was made regarding equal representation in AF.
- On 8th October 1957, 45 Baloch elders met Sikandar Mirza in Karachi and demanded for equal representation in AF.
- In 1960 and 70 National Awami Party raise the question of provincial autonomy and representation in AF.
- NAP succeed to include article 39 in 1973 constitution.
- State of Pakistan shall enable all people of Pakistan to participate in Armed Forces.
- No ISSB till 1999 for Balochistan.
- Balochistan shares 90% coast line but no representation in Pakistan Navy.

Baloch Coast & Baloch Deprivation

- Gwadar MoU signed with out consulting provincial Government on 12 May 2001.
- Jinnah Navel Base there are only 40 temporary local Baloch employees.
- No local representation Coast Guard
- No representation in Marine Time Security Agencies
- Frontier Corps, colonial recruitment policy.
- Abolition of Makran Militia.
- Coast Guard, all personals come from Army
- Marine time security agencies.

Employment In-equalities & Economical Deprivation

- Pakistan government abolished all established institution of Balochistan.
- Appointing non local officers.

Employees of Autonomous/Semi-Autonomous, Corporations/Bodies

BPS	01July 2002
16-22	88054
1-15	325828
TOTAL	**413882**

According to 1998 Census

- Punjab shares 51% **(209241 from 413882).**
- Presently Punjab is having about **275,000**. jobs.
- Punjab holds **65,759** job illegally.
- Balochistan Shares 5.11% **(20500).**

- **20500 Balochistan due shares**
- **4800 Presently serving/holds**
- **15200 Short fall**

1973 Constitution Guarantee

Article	Clause
27	1
37	6
38	2

L.F.O and Federalism

- Violation of Article 239.
- 29 Amendments in 1973 Constitution without approval of Parliament.
- Unequal Increase of seats in National Assembly and Senate (Joint Session).
- N.S.C Article 152
- C.C.I Article 153
- N.F.C Article 160
- Presidential Election Article 41 (3)

Recommendations

- New Social Contract b/w Federating Units.
- True Federal & Democratic Structure/System.
- Division of Authority b/w the Federal and its Units (Federation 3 subjects).
- Federal Legislative List should be Revised.
- Concurrent List should be Converted in to Provincial Legislative List.
- Senate should have Equal Powers with the National Assembly.

Continue…

- The institution dealing with common interests, such as the CCI, NFC, NEC the planning commission should be remodeled.
- Re-demarcation of provincial Boundaries.
- No Military involvement in Governing/political affairs.

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمینٹ اینڈ ٹرانسپیرینسی

5-A ظفر علی روڈ، گلبرگ V، لاہور۔ 54000، پاکستان
فون: (+92-42) 111 123 345 فیکس: (+92-42) 575 1551
ای میل: info@pildat.org یو آر ایل: www.pildat.org